دلیپ کمار کے رومان

جعفر منصور

اردو پبلیکیشنز اے ایم ۲۰ فریئر روڈ کراچی



دلیپ کمار کے رومان

جعفر منصور

اردو پبلیکیشنز اے۔ ایم۔ ۲۰ فریئر روڈ کراچی



بار اول ــــــــــــــ ایک ہزار
مطبوعہ ــــــــــــــ انجمن پریس

قیمت ــــــــــــــ [redacted]

اردو پبلیکیشنز ایم اے ۲۰ فریر روڈ
کراچی

پیش لفظ

اس جمہوری دور میں جہاں ہر فرد کو آزادی رائے کا حق حاصل ہے دو ایسے بدقسمت طبقے بھی ہیں جو اس حق کو رکھتے ہوئے بھی استعمال نہیں کر سکتے۔ اول الذکر طبقہ ان بادشاہوں کا ہے جو کسی زمانہ میں آمر مطلق ہوا کرتے تھے مگر آج وہ بادشاہ ہوتے ہوئے بھی عوام کی رائے کے پابند ہیں اور عوام کی رائے کے بغیر وہ اپنی ذاتی زندگی میں بھی پابند نظر آتے ہیں۔ ڈیوک آف ونڈسر نے شادی کو اپنا ذاتی معاملہ سمجھتے ہوئے مسز سمپسن کو رفیقۂ حیات بنانے کی غلطی کی اور اس غلطی کی قیمت انکو تخت سے دستبرداری کی صورت میں ادا کرنا پڑی۔ ان ہی بادشاہوں کی طرح دوسرا طبقہ فلمی ستاروں کا ہے اور یہ بھی عوام کی رائے کے شکنجے میں جکڑے ہوئے بے دست و پا نظر آتے ہیں۔ زیر نظر کتاب میں بھی دور حاضر کے مقبول ترین اداکار دلیپ کمار کی ذاتی زندگی کے اسی رخ کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ اس نوجوان نے بھی عام نوجوانوں کی طرح تین چاند سی عورتوں کی پرستش کی مگر تجارتی مصالح اس پرستش میں آڑے آئیں اور وہ تینوں کو پوری شدت سے چاہنے کے باوجود ان کے حصول میں ناکام رہا۔ ایک ایسے نوجوان کیلئے جو لاکھوں حسین دوشیزاؤں کے نازک دل کی دھڑکن ہو یہ ناکامی ایک ایسی ٹریجیڈی ہے جس کا عام نوجوان تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ستم تو یہ ہے کہ یہ چاند سی عورتیں بھی اس خوبرو نوجوان کیلئے بیقرار تھیں مگر وہ پہلے اداکارہ تھیں اور بعد میں عورت اسلئے ان کی تمناؤں کے نازک کنول کے پھول کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گئے۔ اور وہ پانے کے باوجود اسکو نہ پا سکیں۔ انکی محبت کے سپنے ادھورے ہی رہے۔ ان کے متعلقین نے ان کی معصوم امنگوں کا گلا اپنی ذاتی اغراض کی بنا پر بڑی ہی بیدردی سے گھونٹ دیا۔ اور وہ آج بھی اپنے دل کے جنازے کو لئے ہوئے سوگوار ہیں۔ ان کی آنکھیں نمناک ہیں مگر عوام کو ان کے آنسوؤں کے بجائے شبنم کی ضرورت ہے۔ اس لئے یہ

معلوم ہستیاں آنسوؤں کو تبسم کا کفن پہنا کر مصنوعی تبسم کی کلیاں کھلانے پر مجبور ہیں۔ دلیپ کمار کے رومان کے صفحات میں ان ہی آنسوؤں اور مسکراہٹوں کو مصنف نے الفا[ظ] کے چوکھٹوں میں جڑ کر اس المناکی کو اس فنکارانہ صلاحیت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ دل و دماغ اس سے براہ راست متاثر ہوتے ہیں۔

جعفر منصور گجراتی اردو ادب کے ایک ممتاز ادیب ہیں۔ اس سے پہلے وہ اورنگ آباد کی کتاب نرگس کی داستان کا ترجمہ چند تصویر بتاں کے نام سے کر کے ادبی حلقوں میں اپنی فنکا[رانہ] صلاحیت تسلیم کرا چکے ہیں۔ چنانچہ اس رومان میں بھی انھوں نے دلیپ اور نرگس۔ مدھو بالا اور کامنی کوشل کی روندی اور کچلی ہوئی تمناؤں اور دل کے زخموں کو اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ قاری کے منہ سے کبھی آہ نکلتی ہے کبھی واہ۔ اگر کوئی عام آدمی اس قسم کے موضوع پر قلم اٹھاتا تو وہ اسے ابتذال سے بچا سکتا تھا اور نہ ہی وہ ادبی توازن برقرار رکھ سکتا تھا مگر جعفر منصور نے اس نازک موضوع کو اس چابکدستی اور فنکارانہ مہارت کے ساتھ پیش کیا ہے کہ اس کتاب کی ادبی حیثیت بھی برقرار رہی اور یہ اتنی بوجھل بھی نہیں ہوئی کہ عوام کے فہم اور ذوق پر بار ہو۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب عوام اور خواص میں ضرور مقبول ہوگی۔ اور قاری اسے پڑھنے کے بعد اس دکھ درد کو پوری طرح محسوس کریں گے جس نے آج انسان سے زندگی کی مسرتیں اور کامرانیاں چھین لی ہیں۔ اور ان کو اس کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا آج کے استحصالی ماحول نے فنکاروں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے!

بیدار علی پوری

۳۰ اکتوبر ۵۵ء

لاہور

"جس طرح بھارت میں پنڈت نہرو جی کا کوئی جانشین نہیں مل سکتا۔ بالکل اسی طرح دلیپ کمار کا بھی کوئی ثانی نہیں — ایک سیاسی رہنما کی طرح آج وہ لاکھوں افراد کے دلوں پر مسلط ہے۔"

یہ ہیں وہ الفاظ جو انڈین فلم انڈسٹری کے ایک کٹر قسم کے نقاد نے کہے ہیں۔

دلیپ کی شخصیت کی اس سے بڑھ کر مختصر اور طویل کیا تعریف ہو سکتی ہے؟ ایک دوسرا اخبار نویس کہتا ہے: "اداکار کے معنی ہیں زبان خاموشی سے اپنا مطلب ادا کرنے والا" ہندوستانی اداکاروں کا جہاں تک تعلق ہے۔ بعض تو ایسے ہیں جو اداکار بن جانے کے باوجود ابھی اداکاری کے مفہوم تک سے نابلد ہیں۔ اگر صحیح معنوں میں انڈین اسکرین پر کسی نے اداکاری کا مفہوم سمجھایا ہے تو ان چند گنے چنے اداکاروں میں سرفہرست کسی کا نام آتا ہے تو وہ ہے دلیپ کمار۔"

جسے فلم کہتے ہیں۔ یا جس پر فلم کی بنیاد رکھی گئی ہے وہ دوسرے اصناف فن کی طرح ایک مظاہرہ ہے انسانی کردار کا اور جذبات کی عکاسی کا — اور مظاہرہ اس تحریک کا جسے محبت کہتے ہیں۔

یہ مفہوم اس وقت تک سمجھا نہ جا سکا۔ یہ تحریک اس وقت تک پیدا نہ ہو سکی

اور ان جذبات کو لاکھوں کروڑوں فلم بین افراد نے اس وقت تک محسوس نہ کیا جب تک کہ پونا کے ایک کینٹین منیجر کو دیوکا رانی نے اپنے ادارے بمبئی ٹاکیز کی فلم جوار بھاٹا میں پیش کیا۔ فلم بینوں نے پردے پر اس نوجوان کی اداکاری دیکھ کر خوشی کا نعرہ لگایا۔ اسے خوش آمدید کہا۔ انہوں نے اسکرین کا ایک صحیح معنوں میں اداکار پالیا۔ ایک اداکار، جذبات کا عکاس ۔۔۔ تحریکِ عشق سے تڑپتا ہوا اور اپنی تڑپ سے لاکھوں دلوں کو تڑپانے والا نوجوان ۔۔۔ دلیپ کمار! اور نہ صرف تڑپانے والا بلکہ کبھی کبھی اپنے اداکاری کے ہاتھوں دیکھنے والوں کے دلوں کو ان کے سینوں میں سے نوچ لینے والا اداکار ۔۔۔ دلیپ کمار!!

یہ سچ ہے کہ اداکاری تو ہر اداکار کی زندگی ہوتی ہے۔ اس کی اجارہ داری کا دعویٰ کسی کو ہو نہیں سکتا مگر ۔۔۔ جہاں تک حزینہ اداکاری کا تعلق ہے۔ نامرادی اور مایوسی کے مظاہرے کا تعلق ہے۔ دلیپ کمار کی اجارہ داری اپنی جگہ ٹھوس اور مستقل کہلائی جاسکتی ہے۔ وہ تقریباً دس سال سے اس قسم کی اداکاری کر رہا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج پردے پر کئی نامور ایکٹر اس کی نقالی کی ناکام کوشش کرتے نظر آرہے ہیں مگر یہ فطری تحریک جسے حاصل ہوگئی، ہوگئی، ورنہ ہر ایک کے بس کا کام نہیں ۔۔۔

وہ پردے پر ایک لڑکی سے محبت کر رہا ہے۔ ہزار کوشش کے باوجود اس کا عشق نامراد رہ جاتا ہے۔ دیکھنے والے یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ یہ فلم ہے حقیقت نہیں پھر بھی وہ جب اپنے چہرے پر اپنا پورا ہاتھ مل کر ایک آہ کھینچتا ہے تو دیکھنے والے آنکھ کے گوشہ میں آیا ہوا ایک آنسو کا قطرہ جذب کرنے کے لئے اپنا رومال جیب سے نکالنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ یہ اس کے جذبات کا تاثر ہے۔ یہ اس کی اداکارانہ صلاحیت ہے۔ جو سنگدل سے سنگدل انسان کو بھی کچھ دیر کے لئے آب آب کر دیتی ہے۔ دیکھنے

والے اس کے ہمدرد اور مونس بن جاتے ہیں۔ اور بعض ایسے رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر در اصل یہ ایک لطیفہ ہے کہ وہ کبھی کبھی اس قسم کی اداکاری سے اکتا جاتا ہے اور کہتا ہے۔

"نہ جانے کیوں ہر پروڈیوسر یہ چاہتا ہے کہ میں اس کی فلم میں بے موت مر جاؤں۔ نہ جانے کیوں ہر ڈائرکٹر کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ میری آنکھوں میں محض آنسو ہی ڈبڈبایا کریں۔ نہ جانے کیوں ہر ہیروئن کی یہ دلی تمنا ہوتی ہے کہ اس کے لئے میرے لب زمانے بھر کی آہوں کا ٹھیکہ لے لیں اور نہ جانے کیوں میرے چاہنے والے، میرے فلم بین یہ گرہ باندھ کر آتے ہیں کہ میں عشق کی دشوار گزار راہوں پر بھٹکتا ہوا مارا مارا پھروں اور وہ مجھے دیکھ کر ہائے ہائے کرتے ہوئے بھی لطف اندوز ہوں گے۔ یہ میرے لئے ایک پیچیدہ مرحلہ ہے۔"

برعکس اس کے دلیپ ذاتی طور پر ہنس مکھ اور زندہ دل نوجوان ہے مگر اس کی دس بارہ سال کی حزینہ اداکاری کے بعد اس کے احباب اب یہ محسوس کرنے لگے ہیں کہ اس کی حقیقی زندگی پر وہ حزن، وہ ملال، اور وہ نامرادی اثر انداز ہوتی جا رہی ہے۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے۔ اس کی زندگی ایک معمہ کی صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔

مذہب ۔۔۔ اس کے اپنے الفاظ میں کسی خاص نقطۂ نظر کی بندگی نہیں بلکہ اپنے آپ کو پہچاننے کے جذبہ کا نام مذہب ہے ۔۔۔ مذہب زندگی میں ہماری رہنمائی کرتا ہے۔ آج کی ترقی یافتہ دنیا میں، ہمارے خیال کی وسعت سے کہیں زیادہ ہماری جائز اور ناجائز خواہشیں اپنا دامن پھیلا چکی ہیں۔ ہمیں اپنے اقدار کو سمجھنے کے لئے اپنا زاویۂ نظر بدلنا چاہئے۔

یہ ہے اس ادارہ کی وہ وسیع الخیالی — جسے فلم دیکھنے والے ایک نام دلاش کے نام سے پکارتے ہیں۔

دلیپ کو اداکاری کا خواب و خیال بھی نہ تھا۔ اُسے دراصل کرکٹ سے دلی لگاؤ تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ کرکٹ کا ایک بہترین کھلاڑی بنے۔ ٹسٹ میچوں میں اپنے رنز کی سنچوریاں بنا کر کھیلوں کی دنیا میں نام پیدا کرے۔ کالج کی زندگی میں اس نے ہزاروں دفعہ کھیلوں میں انعامات حاصل کئے۔ اسے کھیلوں سے محبت تھی اور اپنے وقت میں وہ کرکٹ کے بہترین کھلاڑیوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ اس وقت کسی کے وہم میں بھی یہ بات نہ تھی کہ کرکٹ کا یہ ہر دلعزیز کھلاڑی ایک دن آسمان فلم کا ایک درخشاں ستارہ بننے والا ہے۔

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جبکہ دیوکا رانی ڈائرکٹر امیہ چکرورتی کے ساتھ جوار بھاٹا کی شوٹنگ کے لئے نئے چہروں کی تلاش میں ہندوستان کا چکر لگا رہی تھی۔ دلیپ بھی پونا سے نینی تال گیا ہوا تھا۔ حسن اتفاق ایک سہانی شام جبکہ مطلع کچھ ابر آلود ہو رہا تھا۔ بارش کی ننھی ننھی بوندیں برس رہی تھیں۔ دلیپ ایک ہوٹل میں داخل ہوا۔ کیونکہ اُسے لیمن پینے کی خواہش ہو رہی تھی۔ اس نے ایک میز پر بیٹھ کر لیمن پیا۔ ایک گلاس پھر دوسرا — موسم کی رنگینی نے اس کے جذبات کو ابھارا۔ اور دھیمے سروں میں ایک غزل گنگنانے لگا۔ قریب کی میز پر بیٹھے ہوئے ایک شخص کی نگاہیں اس کی طرف اٹھیں اور پھر اس کے چہرے پر مرکوز ہو کر رہ گئیں۔ ان نگاہوں نے اس نوجوان میں وہ تمام خوبیاں پالیں تھیں جن کی وہ متلاشی تھیں۔ یہ دور رس نگاہیں فلم کے مشہور ڈائرکٹر امیہ چکرورتی کی تھیں۔ جو ایک ممتحن کی طرح اس کے حسن دلفریب اس کی وجاہت اور اس کے خدوخال کا جائزہ لے رہے تھے۔ انہوں نے یہ محسوس کیا کہ یہ نوجوان نہ صرف شکیل اور ہونہار ہے بلکہ اس کی مثال اس پتھر کی سی ہے جس کو بت تراش

کی ضرورت تھی۔ یہ نوجوان ایک مخصوص انداز کا مالک ہے۔ اگر اس کی طرف ذرا سی توجہ کی جائے تو آئندہ چل کر یہ بہت بڑا اداکار بن سکتا ہے۔ امیہ چکرورتی کی جہاندیدہ نگاہوں نے جو کچھ دیکھا وہ کس قدر صحیح تھا۔ اس کا اندازہ آپ لوگ خود لگا سکتے ہیں۔ وہ اس نوجوان کو دیکھتے رہے اور اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک کہ ان کا ایک دوست مسکراتا ہوا ہوٹل میں داخل ہوا۔ اور اس نے آکر ان کی توجہ مبذول نہ کرلی۔ اتنی دیر میں وہ اپنے خیال کو پختہ بنا چکے تھے۔ نووارد نے داخل ہو کر انہیں اس طرح دیکھا تو ہنس کر کہا۔ چکرورتی صاحب خیریت ہے۔ اور انہوں نے اشارے سے اس نوجوان کو بتلایا جو دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے خیالات میں گم تھا۔ نووارد نے غور سے اس نوجوان کو دیکھا۔ اس کے بعد مسکرایا اور اٹھ کر دلیپ کے پاس چلا گیا۔ یہ دونوں آپس میں دوست تھے۔ نووارد کا تعلق بھی فلم کمپنی سے تھا۔ اور شوٹنگ کے سلسلے میں وہ کئی بار پونا گیا تھا۔ اور وہاں دلیپ سے اس کی ملاقات ہو گئی تھی۔ اس نے دلیپ کو دیکھتے ہی پہچان لیا اور اپنے ساتھ لے کر امیہ چکرورتی کے پاس آ بیٹھا۔ اور دونوں کا تعارف کرایا۔ یہ ہیں میرے دوست یوسف خاں سرور۔ اور آپ ہیں فلم ڈائرکٹر امیہ چکرورتی۔ دونوں ایک دوسرے سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ اور جب فلم ڈائرکٹر نے اس سے کہا کہ آپ کے لئے کیا منگوایا جائے تو اس نے ہنس کر کہا کہ مجھے صرف لیمن پسند ہے۔ چکرورتی کو تعجب تھا کہ یہ شخص ابھی تو دو گلاس لیمن پی چکا ہے۔ لیکن پھر سے۔ مگر انہوں نے لیمن کا آرڈر دیدیا۔ اس کے بعد امیہ چکرورتی نے اس سے بہت سے سوالات کئے۔ اس کے مشاغل کے متعلق۔ اس کی زندگی سے متعلق۔ اور وہ نہایت ہی خوش اخلاقی سے ان کا جواب دیتا رہا۔ گفتگو کے بعد جب انہوں نے یہ محسوس کرلیا کہ یوسف ہماری فلم کے لئے ہر طرح موزوں ہے تو انہوں نے یوسف سے اپنے ہمراہ چلنے کے لئے کہا جس کو یوسف نے بخوشی قبول کرلیا

اور یہ تینوں مل کر وہاں سے ایک دوسرے ہوٹل میں پہونچے جہاں دیو کا رانی ٹھہری ہوئی تھی۔

دیو کا رانی کی پہلی نظر نے تاڑ لیا کہ یہ نوجوان امیہ چکرورتی کے ساتھ کس لئے آیا ہے۔ اور وہ دل ہی دل میں چکرورتی کے حسن انتخاب کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکی۔ اس کے بعد دونوں کا باقاعدہ اور تفصیلی طور پر تعارف ہوا۔ امیہ چکرورتی نے اس کی تمام خوبیاں ہنس ہنس کر دیو کا رانی سے بیان کیں۔ اور شمپین کی پسندیدگی کا خاص طور پر تذکرہ کیا۔ جس کو سنکر دیو کا رانی نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اب شمپین ہی پینا پسند کریں گے۔ مگر یوسف نے ہنسکر کہا۔ اور وہاں پھر شمپین کا دور چل پڑا۔

دلیپ کہتا ہے کہ اب میں شمپین کو پہلے سے کہیں زیادہ پسند کرتا ہوں۔ کیونکہ اسی کی طلب نے مجھے اس وقت اس ہوٹل میں جانے پر مجبور کیا۔ اور اسی شمپین کے گلاس پر میری اداکاری کا امتحان ہوا پھر مجھے منتخب کر لیا گیا اسی کی بدولت میری اداکاری کی بنیاد پڑی۔

دوران گفتگو میں دیو کا رانی نے جو باتیں یوسف کے اندر پائیں وہ بہت کم لوگوں میں اسے ملی تھیں۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ یوسف اس کی آئندہ فلم کے لئے ایک بہترین ہیرو ثابت ہو سکتا ہے۔ اس نے دنیا دیکھی تھی۔ اچھے برے کی اُسے پہچان تھی۔ اسکرین ٹسٹ کی پرواہ کئے بغیر۔ اس نے اپنے فلم میں ہیرو کی حیثیت سے دلیپ کو پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اس سے اپنے ہمراہ بمبئی چلنے کی درخواست کی۔ جسے دلیپ نے منظور کر لیا۔ دو تین دن نینی تال رہنے کے بعد یہ سب لوگ بمبئی چلے گئے۔ جب وہاں پہونچے تو دلیپ ان کے ہمراہ تھا۔ اور پھر ایک دن ۔ دلیپ کی زندگی کا سب سے نیک اور مبارک دن ۔ وہ آیا جبکہ دلیپ کا اسٹوڈیو میں ٹیسٹ لیا گیا۔ ہزاروں واٹ کی

برقی روشنی سے اسٹوڈیو کا کمرہ بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ جب فوٹو گرافروں نے مختلف سمتوں سے مختلف رنگوں کی روشنیاں اس پر پھینکیں تو دلیپ ذرا دیر کے لئے پریشان ہو گیا۔ زندگی میں اس کے لئے یہ پہلا موقعہ تھا۔ لیکن لوگوں نے اس کی حقیقی پریشانی کو اداکاری پر محمول کیا۔

اور جب ٹیسٹ کی فلم تیار ہو گئی اور دیو کا رانی نے اُسے دیکھا تو اسے اپنے انتخاب میں کچھ خامی نظر آئی۔ اس نے اپنے ارادے کا اظہار امیہ چکرورتی سے کیا۔ لیکن چکرورتی نے دیو کا رانی کی ہمت بندھائی اس سے کہا کہ یہ اس کی اداکاری کی ایکٹنگ تھی۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ میں اپنے لیے ہی اپنے فلم میں ہیرو بناؤں گا۔ میں اس شخص سے اتنا ہی مطمئن ہوں جتنا کہ اپنے آپ سے۔ دیو کا رانی کو مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔ اور دو سو روپیہ ماہوار اس نے یوسف سے کنٹریکٹ کر لیا۔ فلم شروع ہو گئی۔

ہندی زبان کے مشہور ادیب بھگوتی چرن ورما نے یوسف خان سرور کو دلیپ کمار کا فلمی نام دیدیا۔ اور حقیقت میں یہ نام بڑا مبارک ثابت ہوا۔ کیونکہ اب وہ صرف اسی نام کی بدولت ایک فلم کے ڈیڑھ لاکھ روپے لیتا ہے۔

دلیپ کمار کا خاندان پشاور میں ایک متوسط گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کے باپ کی آمدنی کے ذرائع محدود تھے۔ اور یہ کنبہ بمشکل تمام اپنی گذر اوقات کرتا تھا۔ اسی دوران میں دسمبر کی ایک ٹھنڈی رات کو یوسف نے جنم لیا۔ اور اس کے باپ نے پشاور سے ہجرت کا ارادہ کیا۔ اور وہاں سے وہ اپنے اہل و عیال کو لے کر پونا پہونچ گیا۔ وہاں پہونچکر اس کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اس کا کاروبار ترقی کرنے لگا۔ اس کے باپ کی محنتوں اور دیانت داری کے باعث یہ متوسط گھرانا ایک اونچی حیثیت کا مالک ہو گیا۔ جب تک یوسف بھی کافی

بڑا ہو گیا تھا۔ اس نے ابتدائی تعلیم دیو لالی صوبہ بمبئی میں حاصل کی۔ اس کے بعد ولسن کالج بمبئی میں داخلہ لے لیا۔ دو سال تک وہاں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ راج کپور بھی اس کا ہم جماعت تھا۔ راج کپور کہتا ہے کہ یوسف بے حد شرمیلا اور کم سخن لڑکا تھا۔ اس سے جب بھی کالج کے ڈراموں میں حصہ لینے کے لئے کہا جاتا تو اس کا چہرہ شرم و حیا سے لال ہو جاتا خصوصاً اس وقت اس کی حالت اور بھی غیر ہو جاتی تھی جبکہ کچھ لڑکیاں بھی اس میں حصہ لے رہی ہوں۔ اور ایسا اکثر ہوتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہم اسے باوجود ہزار کوششوں کے بھی اسٹیج پر نہ لا سکے۔ آج جبکہ میں دلیپ کو دیکھتا ہوں تو مجھے تعجب ہوتا ہے کہ یوسف اور دلیپ کمار میں کتنا فرق ہے۔ یوسف مجسمہ شرم و حیا۔ ایک لڑکی کی طرح الجھتا اور نازک تھا۔ لیکن برخلاف اس کے دلیپ لڑکیوں سے اب اس طرح گفتگو کرلیتا ہے کہ دیکھنے والے تعجب کرتے ہیں۔ اور واقعی مجھے بھی حیرت ہے کہ یوسف اتنا بڑا اداکار کیسے بن گیا۔

ولسن کالج کی تعلیم کے بعد دلیپ نے فیصلہ کرلیا کہ وہ اپنی زندگی آپ بنائے گا۔ اپنے پیروں پر کھڑا ہوگا۔ اس کے والد جو اس وقت میوہ جات کے تاجروں میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ بہت ہی کٹر قسم کے مسلمانوں میں سے تھے۔ اور یوسف ان کے بارہ بچوں میں ایک تھا۔ جو بقول دلیپ کے "توازن بالکل جائز" یعنی چھ لڑکے اور چھ لڑکیاں۔ حالانکہ ان کا کاروبار بہت وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا۔ جو اس خاندان کی ضروریات کے لئے نہ صرف کافی تھا۔ بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ تھا۔ لیکن دلیپ نے اس پر اکتفا نہیں کیا اور اپنی زندگی کو از سر نو تعمیر کرنے کا تہیہ کرلیا۔

دلیپ خود کہتا ہے "کہ اس وقت میرے یا میرے خاندان کے کسی فرد کے

خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی۔ حتیٰ کہ میرے بھائی ناصر تک کہ ہم آگے چل کر فلم ایکٹر بھی بن جائیں گے۔ خاص کر والد صاحب کی زندگی میں تو یہ بات کسی طرح بھی ممکن نظر نہیں آتی تھی ـــــ اور اب اس جملے سے اس کے احساسات اور شعور کا پتہ لگتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اب بھی اپنے ماضی پر نظر ڈالتا ہوں۔ تو میں اس احساس گناہ سے کانپ اٹھتا ہوں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ میں نے شاہراہ زندگی پر محض آوارہ گردی کی ہے۔ اور اب میں زندگی کی ایک ایسی تنگ تاریک رہگذر پر کھڑا ہوا ہوں جہاں میرا کوئی کام نہیں ہے۔ کوئی مقصد نہیں ہے۔"

تعلیم قطع کرنے کے بعد دلیپ پونہ چلا گیا۔ اور وہاں اس نے ملازمت اختیار کرلی۔ فوجی کینٹین کے منیجر کی حیثیت سے تنخواہ بہت بھاری تھی۔ صرف چالیس روپیہ ماہوار مگر بقول دلیپ ـــ یہ ایک اچھا شغل تھا۔ وہ ابھی منیجر کی حیثیت سے اپنے قدم جما بھی نہ پایا تھا کہ اسے خود کو فوجی اڈے کے احاطے میں کینٹین کا کنٹراکٹ مل گیا کیوں نہ ملے ہر دلعزیزی بھی کوئی چیز ہے۔ تھوڑے ہی عرصے میں اس نے تقریباً ایک ہزار روپیہ کما لئے اور یہ کاروبار فلاور راشن اسکیم کے عمل میں آتے ہی بند ہو گیا۔ دلیپ نے ایک ہزار کی رقم تو پیدا کر ہی لی تھی۔ وہ سیر و سیاحت کی غرض سے نینی تال چلا گیا اور وہاں اس کی زندگی نے رخ بدلا۔ اور وہ اداکار بن گیا۔

ایک اور واقعہ قابل ذکر ہے۔ جب وہ بمبئی میں تعلیم حاصل کر رہا تھا دوستوں کے ساتھ کہیں سیر کو چل پڑا اور وہاں اسے ایک نجومی مل گیا۔ جو چلا رہا تھا قسمت کا حال بتلائے گا۔ آؤ آؤ۔ تقدیر کا ریکھا دیکھو۔ دوستوں کا قافلہ اس نجومی کے پاس پہونچا۔ اور ہنسی مذاق میں بہتوں نے اپنے اپنے ہاتھ دکھائے۔ نجومی نے دلیپ کا ہاتھ

دیکھا اور کہا "تم بچہ نٹ بنے گا" دلیپ نے پوچھا یہ نٹ کیا بلا ہوتا ہے؟ نجومی نے صدا لگائی بس، قسمت کا حال بتائے گا۔ تمہارے ہاتھ کی ریکھا (لکیر) کہتا ہے تم نٹ بنے گا" دلیپ اپنے ہوسٹل میں آگیا میں لفظ نٹ اس کے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ اس نے پھر کسی سے دریافت کیا تو کہیں پتہ چلا کہ ہندی میں نٹ۔ ایکٹر کو کہتے ہیں۔ دلیپ کہتا ہے اگر اس نجومی کو یاد رہا تو وہ اس واقعہ سے ہزاروں روپے کما سکتا ہے۔ اس پیشین گوئی سو فی صدی صحیح تھی۔

بہت ہی کم ایسے اداکار ہیں جنہیں پہلی ہی دفعہ مشہور ڈائرکٹر ملے ہوں۔ اور ان کے پاس کام کیا ہو۔ دلیپ ان چند خوش نصیبوں میں سے تھا۔ ایک تو یہ کہ پہلے ہی قدم پر اسے ہیرو بننے کا موقعہ ملا اور دوسرے یہ کہ مشہور ڈائرکٹر امیہ چکرورتی اسے ڈائرکٹ کر رہا تھا، امیہ چکرورتی وہ ڈائرکٹر ہے جس نے انڈسٹری کو اچھی اچھی تصویریں دیں جوار بھاٹا میں ہیرو کا کردار دیکر امیہ چکرورتی نے دلیپ پر جو احسان کیا تھا اس فرض شناس ہیرو نے وہ احسان اتار کر رکھ دیا۔ ڈیڑھ لاکھ روپے کی بجائے معمولی معاوضہ پر اس نے امیہ چکرورتی کی تصویر "داغ" میں کام کیا۔ جو دلیپ کی بہترین تصویروں میں سے ایک ہے اور جس تصویر نے پاک و ہند میں اپنا ریکارڈ قائم کر دیا۔

اس کے بعد اسے بنگال کی مشہور شخصیت نیتن بوس نے چن لیا، دوسری تصویر تھی "ملن" جو کہ اس وقت فنی اور تجارتی نقطہ نظر سے بہترین تصویر ثابت ہوئی۔ نیتن بوس کی ہدایت کاری اور دلیپ کی اداکارانہ صلاحیت دونوں نے دوش بدوش کام کیا اور اس دوسری تصویر کے بعد دلیپ نے ایک فنکار کی حیثیت سے آپ اپنا مقام پیدا کر لیا۔ پھر بھی اُسے ایک سلور جوبلی شاہکار کی ضرورت تھی۔ اس کی یہ تمنا بھی بہت جلد پوری ہوئی۔

پاک و ہند کے مشہور ڈائرکٹر شید شوکت حسین رضوی کی نگاہ انتخاب میں دلیپ جچ گیا۔ اور جگنو میں دلیپ نے نورجہاں کے ساتھ کام کیا۔ یہ تصویر بےحد کامیاب ہوئی۔ ہر شہر اور ہر قصبہ میں اس کی سلور جوبلی ہوئی اور دلیپ نے بھی اس میں اپنے خوب خوب جوہر دکھائے۔ دل کھول کر کام کیا۔

جنہوں نے یہ تصویر دیکھی ہے انہیں یاد ہے کہ وہ بار بار اس تصویر کو دیکھنے پر مجبور تھے۔ دلیپ نے کالج اسٹوڈنٹ کا جو کردار پیش کیا تھا وہ ناقابل فراموش تھا۔ اس کے بعد فلمستان کے "شہید" میں اس نے کام کیا۔ اور یہ تصویر بھی کافی مقبول ہوئی۔ ان دنوں دلیپ کا یہ گیت "مرے وطن کے نوجوان شہید ہے" بچے بچے کی زبان پر تھا۔ اور پھر اس کے بعد "میلہ" ڈائرکٹر ایس یو سنی کو ڈائرکٹر بنانے والا شاہکار میلہ نے تقریباً ہر شہر اور ہر گاؤں میں سارے پچھلے ریکارڈ توڑ دئے اس کی کہیں سلور اور کہیں گولڈن جوبلی بھی ہوئی۔

جوار بھاٹا میں "مردا" ملن میں رجنا! جگنو میں نورجہاں۔ شہید میں کامنی کوشل اور میلہ میں اس کی ہیروئن نرگس تھی، میلہ کے بعد فلمستان کی دوسری سلور جوبلی تصویر "شبنم" اس پکچر نے بھی کافی مقبولیت حاصل کی۔ اور اس کے بعد دلیپ کی زندگی کی بہترین تصویر شاہد لطیف کی "آرزو" اس تصویر کے دو رخ تھے۔ ایک رخ خوشی اور مسرت کا اور دوسرا رنج و غم کا! خوشی اسی امر کی کہ یہ تصویر بھی ٹکسال ثابت ہوئی۔ دلیپ کو اس تصویر نے شہرت کے آسمان پر بٹھا دیا، اور رنج و غم اس امر کا کہ اس تصویر نے اس زندہ دل اور ہنس مکھ نوجوان کو یہ اس وقت آنسو، آہیں اور نالے دیدئے۔ آرزو میں اس کی ہیروئن تھی۔ اس کی جیتی کامنی کوشل" جس نے دلیپ کی زندگی میں ایک ہلچل مچادی — طوفان اٹھا دیا۔ انقلاب برپا کر دیا۔ اور یقیناً یہی وجہ تھی کہ اس تصویر میں دلیپ نے

جس انداز سے کام کیا شاید ہی کسی اور تصویر میں کیا ہو، حالانکہ کامنی کوشل کی محبت شبنم کے سیٹ پر ہی کام کر گئی تھی۔ مگر آرزو نے اس کی اپنی آرزو دل میں تہلکہ مچا دیا۔ آرزو ایک نفسیاتی تصویر تھی — اور اس پر ان کی محبت نے ان کی اداکاری میں وہ جان ڈال دی کہ بس کچھ نہ پوچھئے"! یہ ایک طویل داستان ہے جسے ہم پھر چھیڑیں گے

ہاں تو ہم دلیپ کی تصویروں کا ذکر کر رہے تھے، اس دوران میں ایک اور بکھیڑا بنا، جوگن۔ جس میں نرگس نے بھی کام کیا تھا۔ یہ تصویر بہت معیاری اور جذبات سے بھرپور تھی۔ اس میں دلیپ نے ایک دہریہ کی اداکاری جس خوبی سے ادا کی شاید ہی کوئی اور اداکار ادا کر سکتا۔ دہریہ کے بعد ایک خاموش پجاری کی حیثیت سے اس نے دیکھنے والوں کو تڑپا کر رکھ دیا۔ میرے اپنے خیال میں دلیپ کمار کی یہ اداکاری اس کی تمام تصویروں سے بلند تھی۔ اس کے بعد دیدار، انداز اور بابل نے اس کی شہرت کے وہ ڈنکے بجائے کہ دیکھنے والے تڑپ تڑپ کر رہ گئے۔ دیدار میں اندھے کا رول، انداز میں اس کی ٹریجڈی اور بابل میں اس کی آزاد روی قابل دید تھی۔ ان تصویروں کے بعد دلیپ کا دوسرا نام ٹکسال تھا۔ پروڈیوسر اس کی منتیں کرنے لگے۔ اور ڈائرکٹر اس کے اشاروں پر آنکھیں بچھانے لگے۔ اس حد تک کہ جے کے نندا نے بصد منت و سماجت اپنی تصویر "ڈھاکے کی ململ" کے لئے تین لاکھ کا معاوضہ پیش کیا۔ مگر نہ جانے کیوں دلیپ نے اس پیش کش کو قبول نہ کیا۔ یہ کوئی مبالغہ نہیں۔ بمبئی کے معتبر پندرہ روزہ انگریزی فلمی رسالے فلم فیئر کے ۱۷ اکتوبر ۱۹۵۲ء کے شمارے سے اس کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

آج تک ریکارڈ ہے کہ کسی اداکار کو اس قدر کثیر معاوضے کی پیش کش نہیں ہوئی۔ ویسے تو دلیپ نے فلمی دنیا میں قدم رکھتے ہی اپنے لئے ایک نیا مقام پیدا کر لیا

تھا، پہلے ہی فلم کی اداکاری نے لوگوں کے دلوں پر سکے بٹھا دیئے تھے۔ لیکن ۵۲ء و ۵۳ء میں تو اس کی اداکاری کو جو کمال عروج حاصل ہوا وہ اب تک فلمی دنیا کا کوئی ایکٹر نہ پا سکا تھا۔ اس کا اندازہ موتی لال کے لکھے ہوئے ایک مضمون سے ہو سکتا ہے جو اس نے فلمی جھلکی کے عنوان سے لکھا تھا۔ وہ لکھتا ہے۔

"فلمی دنیا میں سب سے پرانا ایکٹر میں ہوں۔ اور لگ بھگ بائیس سال سے میں فلموں میں بحیثیت ہیرو کے پبلک کے سامنے آ رہا ہوں اپنے زمانے میں میں نے بھی اپنے شائقین پیدا کئے۔ ایک مدت تک لوگوں سے اپنی اداکاری کی خراج تحسین وصول کی۔ میرا حلقۂ احباب اتنا وسیع رہا کہ جو مجھ سے قبل کسی دوسرے ایکٹر کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ لیکن دلیپ نے جو حلقہ اپنے احباب، اپنے شائقین اور اپنے معتقد لوگوں کا بنایا۔ وہ ہر لحاظ سے مجھ سے افضل اور برتر ہے۔ میں نے ایک دو بار نہیں بلکہ ہزاروں بار اس بات پر غور کیا ہے کہ دلیپ کمار میں وہ کون سی خوبی ہے جو میرے اندر نہیں ہے جس کی بنا پر وہ مقبول سے مقبول تر ہوتا چلا جا رہا ہے۔ میں بھی کسی زمانے میں اتنی ہی شہرت کا مالک تھا جتنی کہ آج اسے نصیب ہے۔ لیکن میں نے عوام کے دل پر اس طرح قبضہ نہیں جمایا تھا جس طرح آج دلیپ نے ؟ وہ آج مجھ سے کہیں زیادہ ذہین ہے۔ کیا اس لئے کہ میری عمر بیالیس سال کی ہے اور اس کی بتیس اور اس کے سر پر میرے سر سے کہیں زیادہ۔ معاف کرنا بال نہیں بلکہ جھنڈ ہیں۔ میں نے بار ہا اس بات کا

تذکرہ اپنے احباب سے کیا جس کا جواب مجھے یہ ملا کہ دراصل دلیپ بہت ہی زیادہ عاشق مزاج ہے۔ اس کی آنکھوں میں وہ مستی ہے کہ جس کی لڑکیاں مشکل ہی سے تاب لا سکتی ہیں۔ لیکن میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ میں سمجھتا ہوں ماسوا ان تمام خوبیوں کے اس کے مقبول عام ہونے کا سب سے بڑا سبب اس کی اپنی اداکاری ہے۔

میں نے اُسے سب سے پہلے فلم جوار بھاٹا میں دیکھا تھا اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں دوران شوٹنگ میں اس کی اداکاری دیکھکر مسحور ہو گیا اور میرا دل اس سے ملنے کے لئے بے چین ہو گیا۔ اور میں اس سے ملا۔ اس کی باتوں سے مجھے کچھ کچھ نا امیدی کی جھلک نظر آئی۔ میں نے اُسے نصیحت کی کہ تم اپنا کام جاری رکھو یہ میری پیشگوئی ہے کہ ایک دن تم اس دنیا میں نام پیدا کرو گے۔ اور میں نے اسے کافی تسلی و تشفی دی ــ میرا دل اندر سے کہہ رہا تھا کہ موتی لال دلیپ اس وقت جبکہ تو اس لائن میں ایک بوڑھے طوطے کی مانند ہو گا تو یہی اداکار صحیح معنوں میں تیری جانشینی کر سکے گا۔

گو ابھی میرا ارادہ فلم لائن سے جانے کا نہیں۔ لیکن پھر بھی اگر میں کبھی اس لائن کو کسی خاص بنا پر چھوڑنے کے لئے مجبور ہو جاؤں گا تو میں اپنا ورثہ دلیپ کو سونپوں گا۔ دلیپ نہ صرف ایک اچھا فنکار ہے بلکہ اسے اس کام میں پوری طرح قدرت حاصل ہے یہ اُسے خدا کی دین ہے۔ اس کی اداکاری میں جو فطری صلاحیتیں کشش اور

جاذبیت موجود ہے۔ وہ سوائے خدا کی دین کے اور کسی طرح میسر نہیں آسکتی۔

اپنے اسی خط میں موتی لال آگے چل کر ایک بہت مزے کی بات کہہ گیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

دلیپ میں یہ خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تمہاری المیہ اداکاری تمہارا معصوم چہرہ تمہاری آہیں، تمہارے نالے ایسے ہیں جو بارہ سے بائیس سال تک کی لڑکیوں کی نیندیں حرام کر دیتی ہیں۔ انھیں چکر میں ڈال دیتی ہیں ــ لیکن یہ ابھی تمہاری کامیابی کی دلیل نہیں ہے ابھی تمہیں اور آگے بڑھنا ہے ــ تمہاری منزل ابھی سے بہت آگے ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم بہت جلد اپنی منزل کو پا لو گے۔ اگر تمہیں بیس سال تک فلم میں ہیرو بنے رہنا ہے تو تمہیں بائیس سال سے لے کر بیالیس سال تک کی عورتوں کو بے تاب بنانے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ اور مجھے امید ہے کہ تم اس کام کو بخوبی انجام دے سکو گے۔

اور خط کے آخر میں اس نے لکھا ہے کہ اکثر ڈائرکٹر ایسے ہوتے ہیں جو بڑے اداکاروں یعنی نامور اداکاروں کو ڈائرکٹ کرنے میں جھجک اور خوف محسوس کرتے ہیں۔ ان اداکاروں میں دلیپ کا نام سرفہرست ہے۔ لیکن میں اسے یہی مشورہ دوں گا کہ وہ ڈائرکٹروں کی ہدایات پر پوری طرح عمل کرے۔ اپنی من مانی ہرگز نہ کرے۔ اس لئے کہ انسان اپنے عیوب کو خود نہیں دیکھ سکتا۔ اس کے لئے وہ دوسروں کا محتاج ہوتا

ہے۔ اگر ان نکات کو دلیپ نے بہ نظر رکھا تو مجھے یقین ہے کہ وہ دن
دور نہیں کہ جب وہ دنیا کا سب سے بڑا کامیاب اور مشہور ترین ایکٹر بن جائے۔
میں اس لائن میں ایک پرانا گھوڑا ہوں۔ میں بائیس سال سے
اس لائن میں ہوں۔ اور اگر خدا نے چاہا تو مزید بائیس سال کے بعد بھی
میں اسی انڈسٹری میں ملوں گا۔ اور جب بقول میرے۔ میں ایک بوڑھا
گھوڑا ہیرو بن سکتا ہوں تو پھر دلیپ تو ابھی نوجوان ہے، خوبصورت
ہے۔ اس کی تندرستی بھی ماشاء اللہ مجھ سے بہت زیادہ اچھی ہے۔ سب
سے بڑی خوبی یہ ہے مجھے کہنے میں مجھے ذرا بھی عار نہیں کہ وہ مجھ سے
کہیں زیادہ اچھا اداکار ہے۔ اور میں نے اپنی زندگی میں اس سے
زیادہ کامیاب دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ (موتی لال)

یہ ہے وہ خط۔ جو اس اداکار نے لکھا جس نے اپنی اداکاری کے سامنے کبھی
کا لوہا نہیں مانا۔ جواب تک کبھی اداکار اور ڈائرکٹر کو خاطر میں نہیں لاتا۔ اور اس میں
بھی نہیں کہ موتی لال آج بھی بہت سے نوجوان اداکاروں سے کہیں زیادہ اچھی ادا
کرلیتا ہے۔ آج بھی جب وہ پردہ سیمیں پر کوئی محبت کا سین پیش کرتا ہے تو ایسا معلو
کہ جیسے کوئی نوجوان اداکار ایک حقیقی کھیل کھیل رہا ہے۔

اس کے اس خط کو نقل کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہی ہے کہ دلیپ کی ادا
ان پرانے اداکاروں اور تجربہ کاروں کی نظر میں کیا معیار رکھتی ہے۔ رہی ہے ادا
لال جس نے اپنے زمانے میں لوگوں سے خراج تحسین وصول کر کے فلمی دنیا میں اپنا
منوا چکا ہے۔ لیکن آج وہ خود اپنی زبان سے دلیپ کا لوہا مان رہا ہے۔

نمی جیسی نامور اداکارہ کہتی ہے کہ صبح و شام یہی دعا کرتی ہوں کہ
یا اللہ مجھے اداکاری کی اس چوٹی پر پہنچا دے۔ کہ خود دلیپ کمار میرے
ساتھ کام کرنے کی خواہش ظاہر کرے۔

نمی نے اپنے ان خیالات کا اظہار اکثر لوگوں کے سامنے کیا ہے۔

(فلم فیئر ۲۰ ؍ نومبر ۵۲ء)

اور نمی کی یہ دعا ایک حد تک شاید مقبول بھی ہوئی کہ اسے دلیپ کے ساتھ دیدار
داغ اور امر میں کام کرنے کا موقعہ ملا۔ نمی ایک اور جگہ کہتی ہے کہ

"جب انداز کے سیٹ پر دلیپ سے میرا تعارف ہوا تو میں نے اس کی تعریف کی
ں رات جب میں سونے کے لئے بستر پر لیٹی تو میرے دل کے کسی گوشے میں یہ خیال
ا ہے رہا تھا کہ کاش میں دلیپ کے ساتھ کام کر سکتی۔ اور میری خوشیوں کی اس وقت
نہا نہ رہی جبکہ آن کی صورت کے موقعہ پر میں نے دلیپ کے ساتھ اپنی تصویر کھنچوائی۔ یہ
لمحہ میرے لئے کتنی پر مسرت اور خوش آگیں تھی۔ میری زندگی کی تمام آرزوئیں سمٹ
دل میں ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی تھیں۔ وہ سنہرے خواب جو میں ایک عرصے
ی تھی شرمندۂ تعبیر ہوتے ہوئے نظر آتے۔ مجھے اپنی امیدیں ثمر آور ہوتی ہوئی معلوم
حالانکہ میں اس سے قبل دلیپ کے ہمراہ دیدار میں بھی کام کر چکی تھی۔ مگر اس دفعہ مجھ میں
ا کمتری تھا۔ ایک جھجک تھی۔ جو مجھے دلیپ سے گفتگو کرنے میں آڑے آتی تھی۔ مگر
ے جیب میں اس قابل ہو گئی کہ اپنے آپ کو اتنا گرا ہوا نہ سمجھوں تو پہلی دفعہ مجھے
دلیپ کی قربت کا فخر حاصل ہوا۔

آگے چل کر نمی کہتی ہے کہ فلم میں کام کرتے وقت میری دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ میرے

مقابل دیا اداکار ہو جو فطری طور پر میرے جذبات میں تلاطم پیدا کرے۔ اور دیکھیے
کو الفل پر اصل کا دبدبہ ہو جس کے ساتھ کام کرنے میں مجھے یہ احساس پیدا ہو کہ یہ شخص فن
سے کسی طرح کمتر ہے۔ ان سب باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے میری نظر انتخاب اگر کسی اداکار
ہے تو وہ دلیپ کمار ہے۔ صرف دلیپ کمار۔ اسکی اداکاری کی حقیقی سمجھ نہیں ہے معنوں کو کسی
کہتی ہے کہ یہ بالکل ایسا ہی صاحب ہے۔ جیسا کہ فرض کیجئے کہ آپ نے مجری تو فنا
ایک گیند کسی کی طرف پھینکی۔ اس وقت آپ کے دل میں یہ خیال فطرتاً ہوتا ہے کہ موق
گیند کو ہر موقع پر اچک لے گا۔ اور پھر اسی احتیاط اور تجسس کے ساتھ وہ گیند آپ کی زندگی
پھینکے گا۔ سچ پوچھئے تو میں بھی کچھ یہی محسوس کرتی ہوں۔ میں دلیپ کے ساتھ کام کرنے
اس کے مقابلے اداکرنے کا ڈھنگ ہی کچھ ایسا ہوتا ہے کہ میں فطری اداکاری کرنے میری
ہو جاتی ہوں۔ بمبئی کی بود و باش چونکہ آگرہ میں ہوئی اس کی زبان اس قدر صاف اور
ہے کہ دیکھنے والے حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔ اسے خود بھی یہ ناز ہے کہ تمام انگلو سیو
اس کی ذات ایسی ہے جو اردو صحیح بول سکتی ہے۔ لیکن یہاں وہ دلیپ کمار کی زبان اور
خود بھی معترف ہوتی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ دلیپ کا ذوق شاعری لے بیٹھے اسٹوڈیو
اسٹوڈیو کے باہر اپنے خیالات میں الجھائے رکھتا ہے۔

یہاں ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ دلیپ کمار کو فارسی پر پوری طرح عبور حاصل ہے
کی لائبریری میں فارسی کی کتابوں کی ایک کثیر تعداد آپ کو ملے گی۔ سنہ ۵۳ء میں ۲۲ پا
اس نے جو کوٹھی بنوائی ہے۔ اس میں خاص طور پر ایک لائبریری روم اور ایک میو
اس نے بنوائے ہیں۔ وہ خلیل جبران کا اسٹوڈنٹ کہلایا جا سکتا ہے۔ اس نے خلی
کے فلسفہ کو خوب اچھی طرح سمجھا ہے۔ خیام سے بھی بہت محبت ہے۔ حافظ کا وہ مدا

مستقل ہے۔ اس کے علاوہ فلسفہ کے ذوق نے اسے سوامی ویویکا نند کا بھی گرویدہ بنا دیا۔
موسیقی سے بھی اسے اسی قدر لگاؤ ہے۔ پکے گانوں اور راگنیوں کی دلدادگی نے اسے اپنی
نئی کوٹھی میں ایک الگ میوزک روم بنوانے پر مجبور کر دیا! جب فلم فیر کے قارئین نے
سال کا بہترین اداکار قرار دیا تو اس کے جواب میں وہ کہتا ہے: "اب مجھے آئندہ کل
کے لئے کام کرنا چاہیے۔ آج میں نے جو کچھ حاصل کیا وہ میرے گزشتہ کل کا کام تھا۔"
میں سمجھتا ہوں اس ایک جملہ زندگی کا وہ فلسفہ مضمر ہے۔ جس سے غافل ہو کر
دربدر کی ٹھوکریں کھاتی ہے۔ اپنے ایک اور مضمون میں دلیپ کہتا ہے: "میں
کتابوں کے مطالعہ سے بہت کچھ حاصل کیا ہے۔ اپنی عمر سے بھی زیادہ — اور مطالعہ
زندگی کو ایک گونہ سکون دیتا ہے۔ میں خلیل جبران اور سوامی ویویکا نند سے
کافی متاثر ہوں۔ اور سب سے بڑھ کر قرآن مجید کی نورانی کرنوں نے میری زندگی کی
تاریک راہ منور کر دی ہے۔ اور اس کی روشنی نے مجھے ایک بیش بہا خزانہ بخشا ہے۔" میں
اور بہت کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں اس لئے کہ میں نے جو کچھ حاصل کیا ہے وہ بہت
ہی کم اور ذرہ کے برابر ہے۔ اور آگے چل کر اسی مضمون میں دلیپ کہتا ہے کہ میری
زندگی کی سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ میں پنج وقتہ نمازی بن جاؤں کہ جس سے
مجھے سکون قلب اور روحانی طہارت حاصل ہو۔ اس لئے کہ یہی ایک زینہ ہے انسانی
معراج کا — نہ صرف بہ حیثیت ایک انسان کے ایک بھائی۔ ایک دوست اور
ایک فن کار کی حیثیت سے بھی!! (مضمون: میں اپنی زندگی سے کیا چاہتا ہوں۔)

فلم فیئر نومبر ۵۳ء

دلیپ ایک بڑی ذمہ دار شخصیت کا مالک ہے۔ اسے جس قدر اپنی ترقی کا

خیال ہے اسی قدر اسے اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کا بھی لحاظ ہے۔ اس کے والد غلام سرور خاں کی وفات کے بعد سارے خاندان کی ذمہ داری اس پر آ پڑی۔ حالانکہ وہ اپنے ابا کی زندگی ہی میں اپنے خاندان کا کفیل بن چکا تھا۔

اور قابل داد تو یہ امر ہے کہ شروع سے کر آج تک بھی یہ بارہ بہن بھائی خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ ایک ہی کوٹھی میں رہتے ہیں (اس کے بڑے بھائی ایوب خاں گزشتہ سال ہی گردہ کے درد سے چل بسے) مذکورہ بالا مضمون میں وہ کہتا ہے "میں اپنی تنہا ذات کے لئے نہیں جی رہا ہوں، خاندان کی ذمہ داریاں مجھ پر فرض ہیں۔ میں اپنے بھائیوں اور بہنوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتا ہوں، اور میں ان کو اپنی اپنی زندگی بناتے ہوئے دیکھنے کا خواہش مند ہوں۔ وہ پھلیں پھولیں اور اپنی زندگی اور اپنا خاندان آپ بنائیں"۔

اپنی اور خواہشات کا ذکر کرتے ہوئے وہ کہتا ہے:

"دنیا بہت وسیع ہے اور ایک فرد واحد کے لئے یہ دنیا نہ ختم ہونے والا سلسلہ رکھتی ہے اس کی اپنی ذات حد تک۔ دنیا کی رنگینیاں تو ہیں تک ہیں جہاں تک اس کی زندگی اس سے وفا کرے۔ انسانی خواہشات کا دھارا ہمیشہ اپنے رخ بدلتا رہتا ہے جو کیا انسان کو خواہشات کے اس دھارے میں بہ جانا چاہئے؟ نہیں ۔۔ کم از کم میں نہیں بہتا ۔۔ اس لئے کہ میری کئی خواہشیں ایسی ہیں جو صرف تخیلاتی حیثیت رکھتی ہیں مگر بہ حیثیت ایک انسان کے، ایک آدمی، میں کچھ خارجی خواہشات بھی رکھتا ہوں۔ اگر مجھ سے پوچھے کہ تم کیا چاہتے ہو تو میں بے ساختہ کہوں گا ۔۔ سکون، ایک گوشہ بے ہوشی نیند، بے انتہا نیند ۔۔ اور جب میں جاگ پڑوں ۔۔ میرے جیب میں ایک رومال ہو

اور ایک فرزند ۔۔ !!

یہ ہیں میری ذاتی خواہشات ! ۔۔

میرے لئے جو فوری غور اور عمل طلب مسئلہ ہے۔ وہ ہے کام زندگی کے دوسرے ضروری لوازمات سے کہیں زیادہ اہم کام ہے۔ میں سنجیدگی اور مکمل اطمینان کے ساتھ کام کرنا چاہتا ہوں۔ کام سے مراد جدوجہد ہے۔ جو شاید میں کبھی تکمیل کو نہ پہنچا سکوں۔ جہاں تک میری موجودہ صورت حال کا تعلق ہے۔ میں اچھی تصویریں بنانا چاہتا ہوں اداکاری سے کہیں زیادہ میں فلموں کے لئے لکھنا چاہتا ہوں۔ مگر فلموں کے لئے لکھنا معمولی کام نہیں۔ اس لئے گہرا مطالعہ، پختہ تجربہ اور کافی محنت درکار ہے۔ جہاں تک میری اداکاری کا تعلق ہے میں ایک خواہش رکھتا ہوں کہ مینو زیوری نہیں چوکی اور وہ ہے [illegible]۔

میں موسیقی کا دلدادہ ہوں۔ اپنی خوشی اور دلچسپی کے لئے علم موسیقی حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ شہر کے ہنگاموں سے دور کسی چھوٹے سے گاؤں کے کنارے میرا مسکن ہو جہاں زندگی کے تقاضے شور و غوغا پیدا نہ کر سکیں۔ میں خود اپنے گیت گاؤں اور خوب کی موسیقی سے لطف اندوز ہوتا رہوں۔

میری ایک یہ بھی خواہش ہے کہ میں اپنے ملک کے معروف و غیر معروف علاقوں کا دورہ کروں۔ حاکموں سے بھی ملوں اور دیہات کے کسانوں اور غریبوں سے بھی ان سے ملوں۔ گفتگو کروں ان سے بہت کچھ سیکھوں اور پھر اپنے تجربات کو کتابی صورت میں قلم بند کروں۔

میں ساری دنیا کا نظارہ کروں ۔۔ صرف ایک دفعہ، پھر وہ بھلائی کروں جو مجھ سے ہو سکے۔ کوئی خدمت جو میں ان کے لئے کر سکوں۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ میں کر دکھاؤں

مجھے کسی سے خائف نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ میں پھر اس رہگزر سے گزرنے والا نہیں ہوں۔" یہ کسی کا مقولہ ہے مگر ہر آدمی کے لئے یہ کس قدر اکسیر نسخہ ہے۔ کیوں نہ میں یہ نسخہ اپنی ذات کے لئے آزماؤں؟

ازدواجی زندگی کے متعلق دلیپ کہتا ہے: "لوگ مجھ سے اکثر میری شادی کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ گو میں ایسے ذاتی سوالات سے گریز کرنے کی کوشش کرتا ہوں مگر یہ سوالات ایسے بھی تو نہیں کہ جن کا کوئی جواب نہ ہو۔ یعنی میں اس کا جواب بھی عرض کئے دیتا ہوں۔

میں ایک ایسی خوش مذاق رفیقۂ حیات کی تلاش میں ہوں جو مجھے میری ذمہ داریوں سے دور نہ کر دے۔ میرے خاندانی اور گھریلو فرائض سے مجھے غافل نہ بنا دے۔ مجھے میرے دوستوں، رفیقوں اور دنیا کے عام اخلاقی تقاضوں سے بے نیاز نہ بنا دے۔

"مجھے ایسی بیوی نہیں چاہئے جو بیحد فیشن پرست اور ترقی یافتہ زمانے کی ماری ہوئی ہو۔ جو زندگی میں ہر شے پر سبقت لے جانے کی ناکام کوشش کرتی ہو۔ ظاہری رعب دبدبہ اور شان کی آرزومند ہو، اور زندگی کے متعلق جس کا نظریہ خود نمائی کے سوا کچھ بھی نہ ہو۔ اور میں اپنی بیوی سے یہ بھی توقع کروں گا کہ کبھی کبھی مجھے تنہا بھی چھوڑ دے"۔ اور میرا اور اس طرح امتحان نہ لے جیسے میں کوئی مجرم ہوں"۔

میں ظاہری آرائش اور بننے سنورنے کا مخالف ہوں، میں ایسے حسن کا قائل نہیں جسے غیر فطری زیبائش کا مرہونِ منت ہونا پڑے۔

دلیپ کہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا جواب میرے ان محبوں میرے ان

دوستوں کو مطمئن کر دیگا، جو مجھ سے اور میری ذاتی زندگی سے دلچسپی رکھتے ہیں، اور جنھیں میری شادی کی فکر دن رات ستاتی رہتی ہے۔ دراصل میں شادی سے پہلے اس دنیا میں بہت کچھ کرنا چاہتا ہوں بہت کچھ دیکھنا چاہتا ہوں۔ زندگی کو بہت قلیل ہے لیکن میں اس کم عرصے میں اس دنیا کا مشاہدہ کر کے اس سے کوئی سبق حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ میری شادی کی افواہیں ایک دو بار نہیں بلکہ کتنی ہی بار پبلک کے گوش گزار ہو چکی ہیں۔ یہ افواہیں میرے دوستوں کے لئے ہر دفعہ پیغامِ مسرت لے کر آئیں۔ مگر میرے لئے ایک نیا تجربہ۔ زندگی کے مرحلے ایک اپنا الگ مقام رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں فطرت نے جو وقفہ انسان کو بخشا ہے وہ بہت کم ہے۔ اس دنیا میں دن و رات صبح سے شام ہزاروں واقعات لاکھوں حادثات پیش آتے رہتے ہیں۔ انسان وہ سب کچھ دیکھتا رہتا ہے جو دنیا اسے پیش کرتی ہے۔ لیکن انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس پر غور بار بار وہ چیز حاصل نہیں کرتا جو دراصل اسے اس واقعے سے حاصل کرنا چاہئے۔ بہر حال زندگی جیسی بھی ہے، ہے۔ اس کو صحیح معنوں میں استعمال کرنا بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ زندگی کے متعلق کسی کا نظریہ کچھ ہی ہو۔ لیکن میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ زندگی کا صحیح مصرف یہ ہے کہ انسان یہ نہ سوچے کہ وہ کب تک جئے، بلکہ یہ سوچنا چاہئے کہ وہ کیسے زندہ رہ سکتا ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کو میری رائے ناپسند ہو، اس سے اختلاف ہو۔ کیونکہ یہ صرف میرا اپنا نظریہ ہے — اور میں — جینے کی طرح جینا چاہتا ہوں۔

کیا یہ دنیا غم و خوشی کا سجایا ہوا مرقع نہیں؟

مگر میرے نزدیک محسوسات کا نام غم اور خوشی کا دوسرا نام ہے غور و فکر ہے۔

اگر آپ کو یہ نہ بتایا جائے کہ یہ تحریر دلیپ کمار کی ہے تو کیا آپ تصور بھی کر سکتے ہیں کہ فلم انڈسٹری کا ایک اداکار ایسے خیالات کا حامل ہو سکتا ہے؟

"میری اداکاری اور میری ہیروئنیں" کے زیرِ عنوان ایک اور جگہ دلیپ لکھتا ہے۔

میں تصویر کا معاہدہ کرنے سے پہلے دو چیزوں کا خاص خیال رکھتا ہوں۔ ایک تصویر کی کہانی کا اور دوسرا ہیروئن کا۔ اگر کہانی میرے کردار کے موافق نہ ہو اور اگر منتخب شدہ ہیروئن اس تصویر کے کردار کے لحاظ سے مناسب نہ ہو تو میں پروڈیوسر کو ردوبدل پر مجبور کرتا ہوں اور اگر ایسا نہ ہوا تو میں کام کرنے سے صاف انکار کر دیتا ہوں۔

سب سے پہلے جوار بھاٹا میں میرے ساتھ مُردولا نے کام کیا۔ اس تصویر میں میرے کردار کے متعلق یا اپنی ہیروئن کے متعلق میں زیادہ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ میری اس زندگی کا پہلا قدم تھا۔ میں بالکل اس فوجی کے برابر تھا جو نیا نیا بھرتی ہو کر آیا ہو۔ مگر میرے سامنے ایک شاندار مستقبل تھا۔ ایک منزل تھی۔ مُردولا کا اس زمانے میں طوطی بول رہا تھا۔ پھر بھی وہ بہت ہنس مکھ، ملنسار تھی۔ اس نے ہمیشہ مجھ سے تعاون کیا۔ اس زمانے میں میری حالت عجیب تھی میں چپراسی سے لے کر پروڈیوسر کے کُتے تک کا تعاون چاہتا تھا۔ اور سب نے مجھ سے اسی قدر تعاون کیا۔

اس کے بعد ملن میں میرے ساتھ رنجنا تھی۔ یہ لڑکی بھی واقعی بہت گھل مل جانے والی تھی۔ اس نے میرے ساتھ خوب تعاون کیا۔ اس کے بعد انوکھا پیار میں میں نے نلنی جیونت کے ساتھ کام کیا۔ اس ہیروئن کے ساتھ کام کرنے میں مجھے

بہت خوشی ہوئی۔ اس لئے کہ اس تصویر میں میری جھجک، میرا خوف اور احساس کمتری جاتا رہا۔ اور وہ ہر موقعہ پر میری حوصلہ افزائی کرتی رہی۔ شہید، شبنم اور آرزو میں کامنی نے میرے ساتھ تہہ دل سے کام کیا۔ اس ہیروئن کے ساتھ کام کرنے میں مجھے پہلی دفعہ اس کا احساس ہوا کہ کس ہیروئن کے ساتھ کس طرح کام کرنا چاہئے۔ کامنی کوشل میں اداکاری کے جو جوہر ہیں وہ شاید ہی کہیں اور نظر آسکیں۔ بابل، میلہ اور جوگن میں میرے مقابل نرگس تھی۔ اس ایکٹرس میں بھی تعاون کا جذبہ موجود ہے۔ اس کے ساتھ کام کرنے کے بعد میرا یہ خیال اور مضبوط ہو گیا کہ مجھے اپنی اداکاری کے ساتھ ساتھ اپنی ہیروئن کا بھی خاص لحاظ رکھنا چاہئے اور نرگس کے ساتھ کام کرنے کے بعد میں نے پروڈیوسروں کے سامنے یہ شرط رکھنی شروع کی کہ ہیروئن میری اپنی پسند کی ہوگی۔

اس کے بعد بے شمار فلموں میں کئی ایکٹریسوں کے ساتھ میں نے کام کیا اور پھر فلم انڈسٹری میں سورج کی طرح چمکنے لگا۔ اس دوران میں اخباروں کے صفحات ایسے ہی مضامین سے سیاہ ہونے لگے کہ میں اپنی ہیروئن کی پسندیدگی کر کے اس ہیروئن کے دل کو جیت لیتا ہوں۔ اخباروں کے اوٹ پٹانگ نامہ نگاروں نے یہاں تک لکھا کہ میں اپنی ہیروئن کی ذات میں جذب ہو کر رہ جاتا ہوں اور انہوں نے سچ مچ مجھے ایک عاشق قرار دیدیا۔ میری فطری اداکاری، فری ایکٹنگ اور میرے الجھے اور بکھرے ہوئے بال انہوں نے اپنے بیان کردہ واقعات کی تصدیق کے طور پیش کئے۔ اور میرے چاہنے والوں کا ایک حلقہ اس کو حقیقت ماننے لگا۔

فلم انڈسٹری میں صف اول کا نامور ہیرو بن جانا اس قدر مشکل نہیں جتنا کاف ناموں کو سر دینا مشکل ہے۔ میں کہتا ہوں کہ فلم کا ہیرو اپنی حقیقی زندگی میں ایک معمولی آدمی ہی ہوتا ہے۔ تم اس سے ایک فرشتہ کی سی توقع نہیں رکھ سکتے۔ یہ بھارتی اداکاروں کی کم نصیبی ہے کہ ان سے صرف اداکاری کرنے کو ہی کہا جاتا ہے۔ ان سے وہ کام نہیں لئے جاتے کہ جس سے ان کی اداکاری میں جان پڑ جائے۔ میری چند وہ تصویریں مجھے یاد آتی ہیں جن میں میری اداکاری جاندار تھی اور جن سے میں بالکل مطمئن تھا۔

چاہے کسی کی تصویر تجارتی نقطۂ نظر کامیاب نہ ہو سکی ہو۔ اس کے باوجود بھی اگر اداکار نے جاندار اداکاری پیش کی ہو تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ ناکامیاب تجارتی تصویر اس اداکار کے لئے باعث فخر ہے۔

میرے اسی نقطۂ نظر نے مجھے ہیروئن کو اپنے آپ پسند کرنے پر مجبور کیا مثلاً انداز میں نرگس، راج اور میرے درمیان اداکاری کا مقابلہ تھا۔ ایک کسوٹی تھی۔ اور میں اس تصویر میں اپنی اداکاری سے بالکل مطمئن ہوں۔ نقاد کہتے ہیں کہ صحیح اداکار وہ ہے جو ہر قسم کی اداکاری کر سکے اور ہر ہیروئن کے ساتھ کام کر سکے چاہے وہ اچھا اور غیر مقبول کیوں نہ ہو۔ شاید یہ بات مغربی ممالک کے اداکاروں کے لئے بیہاں ہو سکتی ہو۔ مگر موجودہ بھارتی معاشرے کے پیش نظر میرے خیال میں یہاں یہ امر کچھ مشکل ہے۔ امریکی اداکار، مارلن براندو، پال مونی اور فریڈرک مارچ کے لئے یہ آسان ہو۔ مگر دلیپ کمار کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ اس کا معاشرہ اس حد تک ترقی یافتہ و آزاد نہیں ہے۔ یہاں تو اپنے مقابل کام کرنے والی لڑکی یا عورت کے متعلق کچھ معلومات رکھنا نہایت ضروری ہے۔ اس کی پسندیدگی یا غیر

پسندیدگی، اس کی ایک فن کار کی حیثیت سے کسوٹی، اس کی اداکارانہ صلاحیت اس کی اداکاری کا مناسب زاویہ جب تک معلوم نہ ہو جائے۔ اس کی خوبیوں سے جب تک طبیعت مانوس نہ ہو جائے۔ اس وقت تک اس کے ساتھ کام کرنا میرے خیال میں ایک صف اول کے جاندار اداکار کے لئے مناسب نہیں۔

میرے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ میں چند خاص ہیروئنوں کے ساتھ ہی کام کرتا ہوں یا کام کرنا پسند کرتا ہوں۔ یہ بات حرف بہ حرف سچ ہے۔ اس لئے کہ ایک انجان اور میرے لئے غیر معروف اداکارہ کے ساتھ کام کرنے کا جوکھم میں کیوں مول لوں۔ اس لئے کہ مجھے اس کی اداکاری سے دلچسپی نہیں، اس کی صلاحیتوں سے واقفیت نہیں۔ ایسی صورت میں میں کس طرح اپنا کام بے دریغ کر سکتا ہوں؟"

یہ ہیں دلیپ کا وہ نقطۂ نظر جس پر اس کی اداکاری کو ناز ہے۔ دلیپ کبھی کھری کھری باتیں کہنے سے گریز نہیں کرتا۔ ڈائرکٹر رمیش سہگل کہتا ہے کہ دلیپ سے کام لینے میں میں فخر محسوس کرتا ہوں۔ مگر جب سیٹ پر وہ آتا ہے تو لگتا ہے کہ اس کی صلاحیتیں دیکھ کر میں جھینپ جاتا ہوں"۔ راجکپور جو بڑی حد تک خود کے متعلق ہی خوش فہمی میں مبتلا رہتا ہے وہ کہتا ہے "کاش میں دلیپ کی سی ایسی اداکاری کر سکتا۔ یہ میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ہے"۔

ڈاکٹر ایس۔ کے اوجھا کہتا ہے "دلیپ ایک مشہور زمانہ اداکار ہونے کے باوجود ایک وضعدار فنکار بھی ہے۔ وہ نہ صرف اداکاری ہی تک محدود ہوتا ہے۔ بلکہ فلم کے ہر شعبے سے اس کا تعلق ہے۔ وہ ایک آل راؤنڈر بننا چاہتا ہے اس کے ارادے مستحکم

اور اس کا خیال اٹل ہے۔ وہ کئی دفعہ اچھے اچھے ڈائرکٹروں سے لڑ جاتا ہے۔ وہ ان کی ہدایت کاری کو ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ اور وہ اپنی پسند اور اپنے خیال کی اداکاری پیش کرتا ہے۔ دلیپ کی اداکارانہ صلاحیت نہ صرف اس کی حرکتوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ بلکہ اس کی آواز بھی اداکار بن کر حلق سے نکلتی ہے۔ اوجھا کہتا ہے کہ دلیپ نے مجھ سے کئی دفعہ کہا کہ وہ ایکٹری کی بجائے ڈائرکٹر بننے کا بہت شائق ہے۔ مگر میں نے ہر دفعہ اس کے خیال کی مخالفت کی۔ کے آصف کی تصویر ہلچل کو بڑی حد تک دلیپ ہی نے ڈائرکٹ کیا۔ اس کی منظر نگاری اور اس کے مکالمے تک دلیپ ہی نے لکھے۔ اوجھا اس بات کا بھی معترف ہے کہ دلیپ ایک بڑا مصنف بھی ہے۔ چند ہی لوگوں کو اس کا علم ہے کہ ہر تصویر میں جہاں اظہار عشق کا سین پیش ہو، جہاں نازک تعلقات کا نظارہ ہو، دلیپ وہ سین خود لکھتا ہے۔ مکالمے اس کے اپنے ہوتے ہیں۔ اور اداکاری بھی اس کی اپنی مرضی کی ہوتی ہے۔ پھر چاہے وہ کسی بڑے سے بڑے ڈائرکٹر کی تصویر کیوں نہ ہو۔ اوجھا کہتا ہے کہ یہ عشق و محبت کے سین دلیپ شاید اپنے تجربات کو سامنے رکھ کر لکھتا ہے۔ اس لئے کہ دلیپ ایک بہت بڑا عاشق ہے۔

دلیپ کی اداکاری کی ایک اور مثال اس واقعہ سے مل سکتی ہے۔ اس کے بھائی (مرحوم) ایوب خاں نے اپنی ایک تصویر "کالا آدمی" بنانے کی مکمل تیاری کر لی تھی۔ کاغذی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔ اس میں کالا آدمی کی اداکاری کے لئے دلیپ نے بہار کی کوئلے کی کانوں میں ایک ہفتہ مزدوروں کے ساتھ رہ کر گذارا تاکہ ان کوئلہ کی کان کے مزدوروں کے حرکات و سکنات سے وہ واقف

ہو جائے۔ اور اداکاری سے جان ڈال سکے۔

اس جھاریہ کی کوئلہ کی کانوں کا معائنہ کیا۔ مزدوروں میں رہ کر ان کی چال ڈھال حرکات و سکنات، ان کی طرز گفتگو، محنت اور جانفشانی کے مناظر، ان کے رسم و رواج کے متعلق وہاں اس نے مکمل معلومات فراہم کیں۔ دلیپ نے ان دنوں ایک ملاقات میں بتایا۔

"میرے ساتھ جھاریہ کی کان میں ایک عجیب و غریب لطیفہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ میں ایک غریب مزدور کی حیثیت سے کان میں خفیہ طریقہ پر ملازم ہوا۔ لوگ نہیں جانتے تھے کہ میں کون ہوں اور یہاں کس مقصد کے لئے آیا ہوں۔ پہلے تو مزدوروں نے مجھے کچھ عجیب عجیب نظروں سے دیکھا۔ جیسے میں کوئی عجوبہ ہوں۔ وہ لوگ جتنی محنت اور مشقت کے عادی تھے۔ ظاہر ہے کہ میں نہیں تھا۔ اور خاص کر جب کہیں زیادہ بوجھ اٹھانے کا وقت مجھ پر پڑتا تھا تو میری حالت غیر ہو جاتی تھی۔ اور وہ لوگ اپنی زبان میں میرا مذاق اڑاتے تھے — لیکن یہ بات کوئی دو تین دن ہی رہی۔ جب کہ میں نے ان کی نجی حالت کی معلومات فراہم کی۔ ان کی گھریلو زندگی کے متعلق پوچھ گچھ کی تو لوگوں کو شبہ ہوا کہ میں کوئی خفیہ پولس کا افسر ہوں۔ بس پھر کیا تھا چاروں طرف میری خاطریں ہونے لگیں۔ اور لوگ بیٹھ بیٹھ کر مجھے اپنی تکلیفیں سناتے۔ اور میں مسکرا مسکرا کر سنتا رہا۔ میں نے بہتیرا ان سے کہا کہ بھائی میں کوئی افسر وغیرہ نہیں ہوں۔ میں بھی تمہاری ہی طرح ایک مزدور ہوں۔ لیکن وہ نہ مانے اور اپنی ہی کہتے رہے۔ رفتہ رفتہ ایک ہی دن میں یہ خبر تمام مزدوروں تک پہونچ گئی کہ میں خفیہ پولس کا افسر ہوں۔ لوگ آ آ کر اپنا دکھڑا روتے اور میں انھیں سوائے تسلی دینے

ے اور کیا کر سکتا تھا۔ اس سے ایک فائدہ مجھے یہ ضرور ہوا کہ جن معلومات کے فراہم کرنے میں مجھے ایک مدت لگتی۔ اور جنھیں حاصل کرنے میں وہاں گیا تھا۔ وہ مجھے بہت جلد دستیاب ہو گئیں۔

دلیپ کہتا ہے کہ فلم کا معاہدہ کرنے سے قبل مجھے یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ جو رول مجھے دیا گیا ہے اُسے میں پوری طرح کامیابی کے ساتھ نباہ بھی لونگا یا نہیں۔ جیسے کہ آن میں تلوار چلانے کا موقعہ تھا۔ تو میں نے کئی ہفتے تک تلوار چلانے کی مشق کی تھی۔

اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس کی ہر اداکاری جاندار اور ہر مسکراہٹ معنی خیز اور ہر مکالمہ اپنے اندر ایک قوت کشش رکھتا ہے۔ اس کی انھیں تمام باتوں سے متاثر ہو کر ایک مصری فلم ڈائرکٹر نے اسے مصری فلم میں کام کرنے کی دعوت دی تھی۔ جس کا معاوضہ انہوں نے پندرہ ہزار پونڈ دینے کا وعدہ کیا ہے۔

دلیپ کمار نے اپنی کمائی کا کثیر حصہ جائداد کی خریداری میں صرف کیا ہے وہ کہتا ہے "مجھے اپنے بہن بھائیوں کی ذمہ داری کا مکمل احساس ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ انہیں کبھی کسی قسم کی تکلیف نہ ہو"۔ اور جائداد کے علاوہ اس نے بہت سا روپیہ کے آصف کی تصویروں میں بھی لگایا ہے۔ جیسا کہ اس سے پیشتر بیان کیا جا چکا ہے۔ دلیپ کو اداکاری سے کہیں زیادہ فلم ڈائرکٹ کرنے کا اور فلم کے لئے لکھنے کا بہت شوق ہے۔

کے آصف ابتدائی زمانے سے ہی اس کا ساتھی اور دوست رہا ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کو "جانی" کے نام سے مخاطب کرتے ہیں۔ کے آصف کا

پکچر مغل اعظم میں جو گزشتہ پانچ چھ سال سے بنتا ہی چلا آ رہا ہے (اور ہنوز نامکمل ہے)، دلیپ نے کافی سرمایہ لگایا ہے۔ اللہ کرے یہ سودا نفع بخش نہ ہو تو نہ سہی۔ خرچ کی ہوئی رقم ہی واپس کر دے۔ ورنہ آثار تو ایسے ہیں کہ بس کچھ نہ پوچھئے!"

مغل اعظم کے مکالمے اور اسکرین دلیپ نے لکھے ہیں۔ اور ڈائرکشن میں بھی دلیپ ہی کا ہاتھ ہے۔

مغل اعظم کے سیٹ پر ایک دفعہ دلیپ نے کہا تھا "اس تصویر میں میرا ایک بہت پرانا خواب پورا ہو گا۔ جب لوگوں نے تعجب سے دریافت کیا کہ کون خواب؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں بچہ تھا۔ تو میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ میں ایک بہت بڑے محل میں بیٹھا ہوں۔ اس کے چاروں طرف چمن لگا ہوا ہے۔ صحن میں ایک بہت بڑا شامیانہ لگا ہوا ہے۔ اور اس کے نیچے بہت خوبصورت اور رنگین قالین بچھے ہوئے ہیں۔ میں شاہی لباس میں ملبوس اس قالین پر ٹہل رہا ہوں۔ اور میرے محافظ باقاعدہ اپنے دستوری لباس میں میری نگہداشت کر رہے ہیں میں خود بھی بہت خوش تھا۔ میں نے شاہی خلعت پہن رکھی ہے۔ جس کا کافی حصہ قالین کا منہ چوم رہا ہے۔ چاروں طرف ایک رعب اور ایک دبدبہ طاری کیا ہے اور جب میں ٹہلتے ٹہلتے قالین کے سرے پر پہونچتا ہوں تو وہاں ایک بوڑھے کو اپنا منتظر پاتا ہوں۔ جو آگے بڑھ کر مجھے ہار پہناتا ہے۔ اور چاروں طرف سے مبارکباد کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اور آج میں وہی ساری باتیں محسوس کر رہا ہوں۔

جب لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ اس نے یہ خواب کب دیکھا تھا

تو اس نے بتایا کہ یہ اس نے سات سال کی عمر میں دیکھا تھا۔ اور کچھ اس انداز سے میں اس سے متاثر ہوا تھا کہ میں آج تک اپنے اس سنہرے خواب کو فراموش نہیں کر سکا تھا۔ اور مجھے جس وقت بھی اپنا یہ خواب یاد آتا تھا میرے دل میں ایک نئی امنگ نیا ولولہ ابھر آتا تھا۔ اور میں ذرا سی دیر کے لئے یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا تھا کہ کیا زندگی میں مجھے کوئی ایسا دن بھی نصیب ہو گا جو میں اب تک اس خواب کو بھول نہیں سکا۔ لیکن آج میرا وہ خواب حرف بحرف صحیح نکلا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ دلیپ اپنے گذرے ہوئے ایام خوب اچھی طرح یاد رکھتا ہے۔ وہ زندگی رکھتا ہی نہیں۔ بلکہ اس کے متعلق بہت کچھ سوچتا بھی ہے۔ گو اس کا حلقۂ احباب بہت وسیع ہے۔ اور وہ بڑی حد تک تنہا رہنے کا عادی ہے۔ یا یوں کہئے کہ تنہائی پسند ہے۔ اس کی وجہ یا تو اس کی مصروفیات ہیں اور یا پھر اپنے قیمتی وقت کا بہترین مصرف۔ لیکن اس کے باوجود وہ اپنے احباب کو تھوڑا بہت وقت دیتا ہے۔ اس طرح کسی کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ دلیپ کسی سے ملنا پسند نہیں کرتا۔ وہ کلب کی عیاش زندگی سے دور بھاگتا ہے۔ اس کی نظر میں عیاشی اور کلب تفریح اوقات کے ذریعہ ہیں۔ اسی وجہ سے دوستوں کے بے حد اصرار کے باوجود بھی وہ کسی ایسے کلب کا ممبر نہیں بنا جس میں وقت کی بربادی کے علاوہ کچھ حاصل نہ ہو۔ اس نے کبھی زندگی کے جہاد سے گریز کرتے ہوئے میکدے کا رخ نہیں کیا۔ اس نے کبھی کسی کی دلجوئی کی خاطر بھی جوا بازی میں قدم نہیں رکھا۔ کامنی کوشل اس کی زندگی کی رعنائیوں کا واحد مرکز گھوڑ دوڑ کی دلدادہ — جس نے ایک دو دفعہ نہیں لاکھوں دفعہ دلیپ سے

ریس میں جانے کے لئے اصرار کیا۔ لیکن دلیپ نے ہمیشہ اس کی ایسی امیدوں کو ہنس کر ٹال دیا۔ اور کبھی اس کے ہمراہ نہیں گیا۔ ایک دفعہ ایسے ہی موقعہ پر کامنی نے دلیپ سے کہا تھا۔ "دلیپ تم میرے لئے اپنی جان دے سکتے ہو۔ اپنے آپ کو گھلا گھلا کر کمزور تو کر سکتے ہو۔ تنہائی میں بیٹھ کر میرے لئے خون کے آنسو بہا سکتے ہو۔ میری صورت دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھر سکتے ہو۔ لیکن میرا ایک شوق پورا نہیں کر سکتے۔ میرے ساتھ ریس میں نہیں جا سکتے۔ میرے شوق کی تکمیل میں میرے ہم سفر نہیں بن سکتے۔ اور دلیپ نے اسے ایک ہی جواب دیا۔ میں آج تک عیاشی کے نقطۂ نظر سے کبھی ایک آہ نہیں بھری۔ بلکہ میری آہیں میری زندگی کا صحیح مصرف ہیں۔ اور میری ناکامیاں میری ترقی کا ضامن۔ ان آہوں کا سہارا لیکر میں ترقی کے زینے پر جوش ومسرت کے ساتھ بڑھتا جاتا ہوں لیکن ریس کھیلنے سے میرا خیال دوسری جانب ملتفت ہو جاتا ہے۔ اور میں اپنے اصل مقصد سے ہٹ جاتا ہوں۔

اور یہ حقیقت بھی ہے کہ اس نے کبھی ذہنی عیاشی کو اپنے دل و دماغ پر مسلط نہیں ہونے دیا۔ ایک دفعہ اس نے کہا تھا۔

"میں ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو زندگی کے حقائق کا مذاق اڑاتے ہیں اور زندگی کے جذبات سے کھیلتے ہیں"۔ ایک دفعہ چند دوستوں کے حلقہ میں دلیپ بیٹھا ہوا کہ ایک شخص نے اس سے سوال کیا کہ

"دلیپ تمہاری نظر میں سب سے بڑا ڈائرکٹر کون ہے — کون سی ہیروئن سب سے اچھی اداکاری کر سکتی ہے۔ تو اس نے جواب دیا۔

"میں نے کبھی کسی کو سبقت کا موقعہ ہی نہیں دیا۔ میرے لئے سب برابر ہیں۔ میں سب کو یکساں خیال کرتا ہوں۔ موتی لال کی کھلی چھٹی جس میں یہ لکھا گیا تھا کہ :۔

"دلیپ تم بارہ سے بائیس سال کی لڑکیوں کی نیندیں تو حرام کر سکتے ہو۔ مگر جب تم بتیس کے سے باون سال کی عورتوں کی نیندیں حرام کرو تو میں جانوں۔

تو اس کے جواب میں دلیپ نے کہا تھا۔

"ممکن ہے کہ تمہاری نظر میں یہ امتیاز ہو۔ مگر میرے نزدیک تو بارہ اور باون سال کی عمر کا کوئی امتیاز نہیں عورت آخر عورت ہے چاہے وہ بارہ برس کی ہو یا باون سال کی:"

اور یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ آج دلیپ نہ صرف بائیس سال کی لڑکیوں کا محبوب ہے۔ بلکہ باون سال کی عورتیں بھی اس کی خوبیوں کی معترف ہیں۔

دلیپ کی عادتیں بھی بالکل نرالی ہیں۔ وہ اپنے موڈ کا مالک ہے۔ اس کی زندگی کی دو مختلف قسمیں ہیں۔ دلیپ کمار سیٹ پر۔ اور دلیپ اپنی حقیقی زندگی میں۔ اس کے یہ دونوں پہلو ڈاکٹر جیکل اور مسٹر ہائڈ سے بہت مشابہ ہیں۔

ڈاکٹر رمیش سہگل، امیہ چکرورتی، اور نیتن بوس تینوں ڈائرکٹروں کا یہ متفقہ خیال ہے کہ دلیپ کمار جیسا محنتی ایماندار اب تک کوئی اداکار انڈسٹری پیدا نہیں کر سکی۔ وہ جس فلم میں کام کرتا ہے اس میں نہایت جانفشانی سے حصہ لیتا ہے۔ اپنی اداکاری کو زیادہ سے زیادہ کامیاب بنانے کے سلسلے میں وہ کسی شخص کی دخل اندازی پسند نہیں کرتا۔ ڈائرکٹر رمیش سہگل کہتا ہے کہ دلیپ کمار جب

سیٹ پر کام کرتا ہے تو وہ دنیا کے دوسرے لوگوں سے بالکل مختلف نظر آتا ہے خاص کر اس وقت جبکہ وہ سنجیدہ قسم کی اداکاری کر رہا ہو تو وہ عام لوگوں سے بالکل انوکھا اور خصوصاً اسٹوڈیو کے ماحول سے بالکل ہی جدا نظر آتا ہے۔ مگر جوں ہی سیٹ سے فراغت پا کر وہ باہر آتا ہے تو پھر اس کی مسکراہٹیں بچے بوڑھے جوانوں میں گھل مل کر ذرا دیر کے لئے لوگوں کو یہ بھلا دیتی ہیں کہ یہ وہی دلیپ کمار ہے جو سیٹ پر اس قدر سنجیدہ تھا۔

دلیپ خود کہتا ہے۔

میں محنتی آدمی ہوں۔ سخت سے سخت کام کرنے میں گھبراتا نہیں۔ بلکہ ایک قسم کی مسرت محسوس کرتا ہوں۔ لیکن کام کرنے کے بعد مجھے کافی آرام کی بھی خواہش ہوتی ہے۔ اور میں مکمل آرام کرنا چاہتا ہوں۔

یہ دلیپ کی زندگی کا دوسرا رخ ہے۔ دلیپ بہ حیثیت ایک اداکار، دلیپ بہ حیثیت ایک فن کار اور پھر دلیپ بہ حیثیت ایک انسان کے ہم نے خوب بحث کی۔ اب یہاں اس کی زندگی کا ایک اور پہلو بھی دیکھیں۔ دلیپ پختہ خیالات کا حامی بھی، فلسفہ کا طالب علم بھی۔ ایک انوکھا اور نرالا فن کار بھی مگر جہاں محبت کا سوال آتا ہے۔ دلیپ دل کے ہاتھوں مجبور و بے بس نظر آتا ہے۔ اس کی زندگی میں کئی ایسے حادثے پیش آئے، اور ہر دفعہ دلیپ ہائے کر کے رہ گیا۔ اس کی شہرت پر کئی لوگوں کو رشک آتا ہے۔ اور کئی حسد بھی کرتے ہیں۔ سہگل اور جارلی کے بعد فلم انڈسٹری میں اگر کسی اور نے بے مثال شہرت حاصل کی تو وہ دلیپ نے کی۔ صرف برصغیر پاک و ہند ہی میں نہیں غیر ممالک

میں بھی اس کے چاہنے والوں کی تعداد ایک کروڑ سے متجاوز ہے۔ اس کی اداکاری پر فدا ہو جانے والوں میں بیشتر نئی عمری عورتیں ہیں۔ جن میں سے کئی ایسی بھی ہیں۔ جو اسے ایک بار دیکھ لینے۔ اس کے ساتھ گفتگو کر لینے یا کم از کم اس کے نزدیک سے ایک بار گزر جانے کے لئے ترستی رہتی ہیں۔ لڑکیوں کی اس قسم کی دیوانگی کے نظارے اکثر بمبئی میں نظر آتے ہیں۔ وہ مشکل ہی سے عام بازاروں میں شاپنگ وغیرہ کے لئے جا سکتا ہے۔ بمبئی سے ساحل سمندر یا جوہو کے کنارے جب اسے سیر کرنے والی لڑکیاں دیکھ لیتی ہیں تو دیوانہ وار بڑھ کر اس کے اطراف حلقہ بنا لیتی ہیں۔ ان کے لئے اس سے زیادہ سنہری موقعہ اور کب مل سکتا ہے۔ اکثر و بیشتر لڑکیاں تو صرف دلیپ کمار کے نظارے کی خاطر جوہو پر جاتی ہیں۔ اور اگر کبھی ان کی ملاقات دلیپ سے ہو گئی تو وہ ان کی زندگی کا ایک بہترین دن ہوتا ہے۔ دلیپ کے آٹوگراف حاصل کرنے کے لئے قلم اور کاغذ دلیپ کے سامنے رکھ دیئے جاتے ہیں۔ اور وہ مسکرا مسکرا کر سب کو تھوڑا بہت وقت دے دیتا ہے۔ ہر ایک کے ساتھ نہایت خوش اخلاقی سے پیش آتا ہے اور اگر اس سلسلے میں اُسے کسی ضروری کام سے کہیں جانا بھی ہوتا ہے تو اس وقت تک نہیں جاتا جب تک کہ وہ ان لوگوں سے نہ مل لے۔

بھارت تو بھارت، جب آن لندن میں ریلیز ہوا۔ اس وقت بھی یہی حال تھا۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ آن کا ہیرو دلیپ کمار لندن میں موجود ہے اور ایک دن جب کہ وہ تھیٹر میں بیٹھا ہوا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ بس پھر کیا تھا نوجوان لڑکیوں اور لڑکوں کی لمبی لمبی قطاریں بندھ گئیں۔ تاکہ یکے بعد دیگرے ہر شخص

اندر جا کر اسے دیکھ سکے۔ خصوصاً وہاں کی بے باک لڑکیوں نے جب اسے ایڈریس پیش کئے اور آٹوگراف مانگے تو بھارت کا یہ شرمیلا ہیرو ذرا دیر کے لئے گھبرا گیا۔ اسے اس قسم کی لڑکیوں سے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ یہ اس کے لئے پہلا اتفاق تھا کہ غیر ملک میں دوسری لڑکیوں نے اسے اس طرح سراہا تھا۔ ان میں سے کئی نے اس کی جائے رہائش کا پتہ معلوم کر کے اس سے دوبارہ ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور دلیپ نے ان سے پیچھا چھڑانے کی غرض سے اپنے ہوٹل کا ایڈریس دیدیا۔ اور وہاں سے چلا آیا۔

دلیپ نے بھارت آکر بتایا۔ کہ اس دن کے بعد اکثر و بیشتر لڑکیاں مجھ سے ملنے کے لئے آتیں۔ اور مجھ سے گفتگو کرنے میں ایک خاص فخر محسوس کرتی تھیں۔ وہ میری عزت کرتی تھیں اور اگر یہ کہوں کہ انہیں مجھ سے ایک حد تک انسیت ہو گئی تھی تو شاید بے جا نہ ہو گا۔ مجھ سے کئی لڑکیوں نے میرے ساتھ بھارت جانے کی خواہش بھی ظاہر کی لیکن میں نے انہیں ٹال دیا۔

لندن کے قیام کے دوران میں دلیپ نے بتایا کہ ایک دن میں ہوٹل میں بیٹھا ہوا تھا کہ ہوٹل کے ملازم نے مجھے آکر اطلاع دی کہ کوئی خاتون آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ میں اس وقت ملاقات کے موڈ میں قطعاً نہ تھا۔ اور اپنی اداکاری کے نقائص پر غور کر رہا تھا۔ مگر اخلاقاً مجھے کہنا پڑا کہ انہیں اندر بھیج دو۔ ذرا دیر کے بعد ایک نوجوان لڑکی وہاں داخل ہوئی۔ میں نے زبردستی مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس نے میری مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے نہیں دیا۔ بلکہ اس کے چہرے پر ایک خاص قسم کی سنجیدگی طاری تھی یہ دیکھ کر

مجھے ایکدم سنجیدہ ہونا پڑا۔ میں نے کھڑے ہو کر اس کو صوفہ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اس کے چہرے پر ایک عجیب دلکشی رعب اور دبدبہ تھا جسے دیکھ کر میں ذرا دیر کے لئے بہت کچھ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ میں نے بھارت میں اور اس کے بعد لندن میں ہزاروں حسین و خوبصورت دوشیزائیں دیکھی تھیں۔ ایک سے ایک زیادہ حسین لڑکی نے مجھ سے گفتگو کر کے فخر محسوس کیا تھا۔ لیکن آج تک مجھے کسی لڑکی کا حسن ظاہری اتنا مرعوب نہ کر سکا تھا۔ جتنا کہ اس لڑکی کا۔ وہ لڑکی نو عمر ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی حسین بھی تھی کہ میں نے اتنی حسین لڑکیاں بہت کم دیکھی ہیں۔ یہ پہلی لڑکی تھی جس کے حسن ظاہری نے مجھے مسحور کیا۔ اس کا مقصد یہ نہیں کہ میں اس سے ایکدم محبت کرنے لگا یا اس کا فریفتہ ہو کر عام نوجوانوں کی طرح اس کے قدموں پر گر پڑا۔ میں نے دیکھا کہ مجھے وہ دیکھ رہی ہے۔ ان خاموش نظروں سے جن میں ہزاروں پیغام پوشیدہ تھے۔ وہ خاموش مجھے دیکھتی رہی ــــ صرف دیکھ رہی تھی ــــ شاید مجھے وہ صرف دیکھنے کے لئے آئی تھی۔ گفتگو کرنے کے لئے نہیں۔ کافی دیر تک ہم دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ وہ مجھے اور میں اُسے۔ اس کے بعد میں نے سلسلۂ کلام جاری کرتے ہوئے: "فرمایئے میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ اس نے مجھے غور سے دیکھا ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا کہ میں نے آپ کو آن میں دیکھا، دیکھ کر مجھے آپ سے ملنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ کیا میں آپ کے کسی کام میں حارج تو نہیں ہوئی۔ جی نہیں، میں نے جلدی سے کہا۔ میں اس وقت یونہی بیٹھا ہوا تھا۔ آپ آئیں تو ذرا دیر کے لئے طبیعت ہی بہل جائے گی۔

یہ سنکر وہ مسکرائی ــــ اس کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ معلوم ہوا کہ وہ لندن

کی ایک بہت بڑی فیملی سے تعلق رکھتی ہے۔ اس روز ہماری گفتگو بہت کم ہوئی۔ تھوڑی دیر میں وہ چلی گئی۔ اور میں اس کے متعلق سوچتا رہا۔ اس کے بعد وہ دوسرے تیسرے دن مجھ سے ملنے کے لئے آئی۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ بولتی کم ہے۔ لیکن کچھ ایسی نظروں سے مجھے دیکھتی ہے۔ جن کی تاب مجھ میں نہیں تھی۔ میں نے نمی سے اس کا تعارف کرایا، اور یہ دونوں آپس میں بہت گھل مل گئیں۔ اب وہ میری بجائے نمی کے پاس آنے لگی۔ اور اگر وہ میرے پاس کبھی آتی تھی تو نمی اُسے وہاں سے کسی نہ کسی بہانے سے لے جاتی۔ وہاں بھی میرے احباب کا حلقہ اس معمولی سے وقفہ میں بہت وسیع ہو گیا تھا۔ بجائے اس کا آنا میرے پاس قطعًا بند ہو گیا۔ میں نے اس کا کوئی خیال نہیں کیا۔ لیکن ایک دن جبکہ بالکل اتفاقیہ طور پر میری اس سے سڑک پر ملاقات ہوئی۔ اور میں نے اسے مخاطب کرنا چاہا تو وہ منہ پھیر کر نکل گئی۔ مجھے بے حد تعجب ہوا۔ میں نے ہوٹل آکر اس کا تذکرہ نمی سے کیا۔ اس نے ہنس کر بات کو مذاق میں اڑا دیا۔ اور بات رفع دفع ہو گئی۔ لیکن کبھی کبھی اس کی عجیب و غریب شخصیت پر تعجب ضرور ہوتا تھا۔ وہ میرے پاس کیوں آتی تھی۔ وہ مجھ سے کیا چاہتی تھی۔ اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کی طالب تھی تو اس نے کبھی کوئی تذکرہ کیوں نہیں کیا۔ میں لندن سے واپس بھی آ گیا۔ مگر یہ سوال میرے دماغ میں کافی عرصے تک چکر لگاتا رہا۔ وہ کون تھی۔ اور کیا چاہتی تھی۔ ایک دن مجھے ایک خط ملا جو لندن سے آیا تھا۔ میں نے سمجھا کسی دوست نے بھیجا ہوگا۔ میں نے اسے کھولا تو اسی لڑکی کا تھا۔ اس خط کی عبارت کیا تھی۔ یہ میں بتانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا لیکن مجھے یہ ضرور معلوم ہو گیا کہ مجھ سے محبت کرنے لگی تھی۔ لیکن میرے اور اس کے درمیان ایک اور شخص حائل ہو گیا اور اُسے مجھ سے نا امید ہو کر میرا خیال چھوڑ دینا پڑا۔ درمیان

میں حائل ہونے والا شخص میرا ہی ایک ساتھی تھا جس پر مجھے کافی بھروسہ تھا۔
کسی نے اس سے سوال کیا کہ اگر تمہیں لندن میں معلوم ہوجاتا کہ وہ تم
محبت کرتی ہے تو کیا تم اس کی محبت کا جواب محبت سے دیتے۔ اس پر دلیپ
نے کہا۔ محبت کرنا جرم نہیں۔ اور نہ کوئی عیب ہے۔ لیکن محبت سے ناجائز فائ
اٹھانا جرم ضرور ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوجاتا تو غالباً میں اس کی محبت کا جو
محبت سے دیتا۔ لیکن اس سے آگے کی توقع مجھ سے اسے نہیں کرنی چاہیئے۔

"تو کیا تم شادی کے لئے بھی تیار تھے۔

دلیپ نے جواب دیا۔

نہیں۔ شادی کے معاملے میں میرا نظریہ دوسرا ہے۔ اور وہ کسی دوسر
نظریئے کی حامل تھی۔ اس لئے ایسا ہونا ممکن نظر نہیں آتا تھا۔

فلم انڈسٹری نے آج تک بے شمار ہیرو پیدا کئے۔ ہزاروں بنے اور بن کر مٹ
گئے۔ لاکھوں ابھرے اور ڈوب کر رہ گئے۔ لوگوں نے ان کی اداکاری بھی دیکھی
ان کی نجی زندگی کا بھی مطالعہ کیا۔ قریبی حلقوں نے تو ان کے قہقہے بھی سنے اور ا
کی آنکھوں سے بہتے ہوئے آنسو بھی دیکھے ہیں۔ انہیں دولت کے نشے میں جھ
بھی دیکھا اور پھر کسی اور زمانے میں اس کو ایک وقت کی روٹی کے لئے ترستا ہوا
دیکھا۔ یہ مثال کے طور پر صادق ہی کو لے لیجئے۔ اس کا بھی ایک زمانہ تھا۔ بچہ بچہ کی زبا
پر اس کا نام تھا۔ اس نے جس جگہ کام کیا کامیابی اور کامرانی نے اس کے قدم چو
لوگ اس سے گفتگو کرنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ لیکن آج ــ آج وہی صادق
جو ایک ایک وقت کی روٹی کے لئے سوچتا ہے ــ اس کے فراہم کرنے کے

روزی تلاش کرتا ہے۔ جو لوگ اس کے بہی خواہ تھے۔ آج اس سے آنکھیں چراتے
ہیں۔ اگر انہیں راستہ میں صادق سے ملاقات ہوگئی تو ضروری کام کا بہانہ کرکے
ی سے آگے بڑھ گئے۔ یہ حشر ہے ہمارے ملک کے اس اداکار کا جس نے انڈسٹری
ایک نئی زندگی بخشی۔ اس میں ایک نئی روح پھونک دی ــ اور آج وہ اپنی
ح کی آسودگی کے لئے سرگرم پیکار رہے۔ لیکن اس کی تمام کوششیں بیکار رہیں۔
سود ہیں۔

ایک صادق پر ہی کیا موقوف ہے۔ اگر ان تمام فنکاروں برباد آرٹسٹوں کی فہرست
یئے۔ ان اداکاروں کا جائزہ لیجئے جن کی حالت ناگفتہ بہ ہے تو صفحے کے صفحے
یاہ ہوجائیں گے۔

دلیپ آج چوٹی کا اداکار ہے۔ اس جیسا حساس، نرم دل اور جذباتی شائد
کوئی اور اداکار ہو۔ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود اس کی دلی کیفیت کا اگر اندازہ
یا جائے تو مشکل ہی سے اسے کسی دن سکون نصیب ہوا ہوگا۔ جب یہ خیال
تا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس شہرت یافتہ، عزت یافتہ اور دولت مند
داکار کی زندگی میں گھاٹے کے سوا کچھ اور نہیں۔ دل کا سودا اسے ہمیشہ مہنگا پڑا۔
س نے محبت کی راہ میں جب بھی کوئی قدم بڑھایا ہے اس کے جواب میں
س نے ہمیشہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ کسے یقین آسکتا ہے کہ ایک اتنا بڑا
ہور اداکار جس کے ذرا سے اشارے پر ہزاروں لڑکیاں اس سے شادی کرنے
تیار ہوجائیں۔ جس کو ایک نظر دیکھنے کے لئے لاکھوں دوشیزائیں ترستی ہیں
س سے گفتگو کرنے کے لئے سینکڑوں نوجوان دل سینوں میں بے چین رہتے

ہیں۔ وہی جب محبت کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے تو راہ میں بچھے ہوئے
دل اس سے کنارہ کشی اختیار کر لیتے ہیں۔ اس کی زندگی کا یہ ایک غمناک
پہلو ہے۔ اس کی اک اک سانس درد سے کراہ رہی ہے اس کے سینے
دھڑکنے والا دل آہوں اور کراہوں کی آماجگاہ بن چکا ہے۔ اور وہ غم
کی ایک زندہ تصویر بن کر رہ گیا ہے۔ اور اس کی یہی پے در پے ناکامیاں
کی ترقی کا باعث بنتی چلی جا رہی ہیں۔ دلیپ نے جب اس لائن میں قد
رکھا، وہ بہت شرمیلا اور کم سخن تھا۔ مگر جیسے جیسے کامیابی اس کے قدم چو
لگی، وہ ہنسنے لگا، بولنے لگا۔ حتیٰ کہ تقریریں کرنے لگا۔ اس طرح وہ ایک زند
اداکار کہلایا جانے لگا۔

جب اس کی تقریر کا ذکر آ گیا تو اس سے پیشتر کہ ہم اس کی زندگی کے
غمناک پہلو کا تذکرہ چھیڑیں ایک دو اور واقعے جو قابل ذکر ہیں، ملاحظہ کریں۔
یہ ہر شخص جانتا ہے کہ دلیپ اور راج میں ہمیشہ مقابلہ رہا ہے۔ ایک
حیثیت سے دیکھا جائے تو دلیپ کے سامنے راج کی کوئی حیثیت نہیں کہ
سے اس کا مقابلہ ہو۔ راج کی اداکاری اور ہے اور دلیپ کی اور۔ وہ اپنے
فن کا ماہر ہے اور اپنی طرز کا استاد، مگر یہ تقابل تو جان بوجھ کر راج کپور
پبلسٹی ڈیپارٹمنٹ ہی کی طرف سے کھڑا کیا گیا ہے۔ اور سب سے بڑھ
فوقیت کا سوال اہم ہے۔ یہ رشک و حسد ہی ایسے پانسے پھینکتا ہے۔
تو دلیپ نے کبھی عوام میں ایسا مظاہرہ نہیں کیا۔ ایکٹروں نے کیا کیا ڈھونگ
نہ رچائے، مشاعرے کئے، کرکٹ میچیں کھیلیں، سیلون، امریکہ و روس کے

دورے کئے، اور ہر دو تین مہینے میں جو امدادی پروگرام بمبئی میں ہوتے
رہتے ہیں وہ ان سب کے علاوہ، مگر دلیپ نے کبھی کسی پروگرام میں حصہ نہ لیا
نہ اس نے میچیں کھیلیں اور نہ وہ مغنی کے دوروں میں شامل ہوا۔ ہاں ابھی
حال ہی میں بہار سیلاب فنڈ کے لئے بمبئی کے فلم ڈائرکٹروں اور ایکٹروں
نے پبلک سے چندہ وصول کرنے کے لئے ایک جلوس نکالا تھا۔ اور پروگرام
یہ تھا کہ اس طرح ایک لاکھ روپیہ جمع کر کے حکومت کو بہار ریلیف کے لئے
پیش کیا جائے۔ چونکہ سیلاب میں لاکھوں افراد تباہ و برباد ہو گئے تھے، اور
چونکہ یہ جلوس عیاشی کا ذریعہ نہ تھا۔ دلیپ نے بھی اس جلسہ اور جلوس میں نہایت
اہم کام کیا۔ مقررہ وقت پر یہ ایکٹروں کا جلوس نکلا، بمبئی کی بڑی بڑی شاہراہوں
پر سے ہوتا ہوا یہ چھوٹے چھوٹے مشہور محلوں میں سے ہوتا ہوا جلسے کے مقام
پر پہنچا، وہاں تقریریں ہوئیں اور جلسہ ختم ہوا۔ چندہ حالانکہ چھبیس یا ستائیس
ہزار ہوا تھا، مگر سربرآوردہ پروڈیوسروں اور مشہور اداکاروں نے بڑی بڑی
رقمیں دے کر اسے ایک لاکھ بنایا۔ راج کپور جو چندہ کمیٹی کا ممبر تھا۔ اس نے
بمبئی کے چیف منسٹر مرارجی دیسائی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے
اور اپنے تجارتی مفاد کے پیش نظر مرارجی سے ملاقات کی اور ان سے یہ
وعدہ کیا کہ عام جلسہ میں مرارجی دیسائی کو وہ مدعو کرے گا۔ اور جمع شدہ
ایک لاکھ روپیہ وہ ان کے سپرد کر دے گا۔

یہ بات جیسے جب دوسرے اداکاروں کو معلوم ہوئی تو وہ راج کپور
کی اس خود غرضی اور خوشامد پر بہت برافروختہ ہوئے اور سب نے مل کر

یہ متفقہ فیصلہ کیا کہ مرارجی ڈیسائی کی بجائے پنڈت نہرو کو بلایا جائے اور سارے جلسہ کا کام راج کپور کی بجائے دلیپ کمار کرے۔ چنانچہ پنڈت نہرو کو مدعو کیا گیا۔ اور انہوں نے ہی اس جلسہ کی صدارت کی۔ دلیپ نے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ جلسہ شروع ہوا بہت سے لوگوں نے تقریریں کیں۔ اوروں کے علاوہ خود دلیپ نے بھی ایک تقریر کی جو پنڈت نہرو نے بہت پسند کی اور اپنی تقریر میں انہوں نے دلیپ کے اس عظیم کارنامے کو سراہتے ہوئے کہا۔

ملک کو ایسے ہی ہمدرد اور کام کرنے والے نوجوانوں کی ضرورت ہے مجھے خوشی ہے کہ مسٹر دلیپ نے بہار کے مصیبت زدہ بھائیوں کی امداد کے سلسلے میں جو اہم اقدام اٹھایا ہے۔ وہ یقیناً قابل فخر ہے۔ اس سے دوسرے لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اور انہیں چاہیے کہ وہ بھی اسی طرح ملک کی خدمت کریں جس طرح دلیپ نے کی ہے۔ گو اس میں صرف ایک دلیپ ہی کا ہاتھ نہیں ہے۔ تاہم جس مستعدی اور تندہی سے دلیپ نے کام کیا۔ اگر سب اس طرح کرتے تو یقیناً یہ رقم ایک لاکھ سے زیادہ ہوتی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ دلیپ کو اس سنہری کارنامے کی مبارکباد دوں۔

یہ کہہ کر پنڈت جی نے تالیاں بجائیں۔ اور ان کے ساتھ پبلک نے بھی خوب دل کھول کر تالیاں بجائیں۔ لیکن دو ہاتھ ایسے بھی تھے جو تالیوں کے لئے نہ اٹھ سکے۔ یہ تھے راج کپور کے ہاتھ — اس کے بعد جمع شدہ رقم ایک لاکھ روپیہ کی صورت میں تھی۔ پنڈت جی کو پیش کی گئی — راج کپور نے اس موقعہ پر بہت ہاتھ پیر مارے۔ مگر اس کی ایک نہ چلی۔

حاصل بیان صرف یہ ہے کہ دلیپ نے کبھی کسی قسم کا کسی سے مقابلہ نہیں کیا۔ اور نہ میدان میں دوسروں کی طرح کود کر کسی سے لڑنے کی کوشش کی حالانکہ جلنے والوں نے بہت کوششیں کیں کہ دلیپ ہماری باتوں کا جواب دے۔ تاکہ ہم لوگ پھر اس کے مدمقابل آکر اسے نقصان پہونچانے کی کوشش کریں۔ لیکن اس مستقل مزاج آہنی انسان نے اپنی میزبانی سے تنہا سب کا مقابلہ کیا۔ اور اس نے بھونکنے والے کتوں کی طرف کبھی التفات نہیں کیا۔ اس نے لوگوں کے اوچھے ہتھیار مسکرا مسکرا کر اپنے اوپر سہے۔ سنسناتے ہوئے تیر ہنس کر اپنے سینہ میں پیوست کر لئے۔ مجبوراً وہ لوگ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور دلیپ کا مقام اور اونچا ہو گیا۔

دلیپ کمار کے ورقِ دل پر اپنا نقش بٹھانے جو پہلی عورت تھی۔ وہ نرگس تھی۔ حالانکہ محبت کی وادی میں قدم رکھنا دلیپ کے بس کا روگ نہیں تھا۔ یہ فطرتاً بھی شرمیلا اور لڑکیوں سے دور بھاگنے والے لوگوں میں سے تھا۔ لیکن نرگس کی اداکاری نے اس کے دل میں ہیجان پیدا کر دیا۔ اس کے جذبات میں تلاطم ہو گیا۔ وہ اپنے سینے میں ایک درد ایک مخصوص کسک محسوس کرنے لگا۔ اس کو پہلی بار احساس ہوا کہ اس کی زندگی پھیکی اور بے کیف ہے۔ اس نے اپنے اندر کوئی کمی محسوس کی جو — جو کوئی عورت ہی پورا کر سکتی تھی۔ اور عورت بھی وہ جو اسی طرح جذباتی اداکاری کر سکے۔ جسکے پہلو میں دل صرف اسی کے لئے دھڑکے۔ اور دھڑکتے دھڑکتے اس دل سے دلیپ دلیپ کی صدائیں آنے لگیں — اور وہ دل تھا نرگس کا — جو دلیپ کے لئے دھڑکا۔ دھڑکتا رہا۔ ایک مدت تک اس سے دلیپ دلیپ کی صدائیں آتی

رہیں. لیکن پھر ـــ

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب کہ دلیپ کے آصف کی فلم ہلچل میں بطور ہیرو اور نرگس بطور ہیروئن کام کر رہی تھی۔ وہ نرگس کے عروج کا زمانہ تھا۔ چڑھتا ہوا شباب بھرپور جوانی، جوانی کی امنگیں، جذبات میں ہیجانی کیفیت ـــ ان تمام باتوں نے مل کر دلیپ کو حلقہ میں لے لیا۔ اور وہ اس میں پھنس کر نکلنے کی راہیں تلاش کرتے بھی نہ پایا تھا کہ یہ حلقہ خود بخود اس کے گرد و پیش سے کنارہ کش ہو گیا۔

جب نرگس نے ہلچل میں کام کیا تو کے آصف نے محسوس کیا کہ نرگس کے دل میں دلیپ کے لئے کافی گنجائش ہے۔ اور اگر ان دونوں کی جوڑی مل جائے تو پھر کیا کہنے۔ چنانچہ اس نے دلیپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ اس وقت تک دلیپ کے دل میں اس قسم کی کوئی خواہش پیدا نہیں ہوئی تھی۔ وہ تو ایک آرٹسٹ تھا۔ اُسے تو اپنی اداکاری سے محبت تھی۔ اس کے وہم میں بھی یہ بات نہ تھی کہ اس کی یہ اداکاری جلد ہی ایک حقیقت میں تبدیل ہونے والی ہے۔ جب کے آصف نے اس کی رائے معلوم کی تو اس نے ہنس کر ٹال دیا۔ اور آصف کو کوئی خاص جواب نہیں دیا۔ آصف اس کا بچپن کا ساتھی اور جگری دوست تھا۔ اس کے تمام راز بھی آصف کو معلوم تھے۔ آصف کے کہنے کو تو دلیپ نے ہنس کر ٹال دیا لیکن واقعی وہ اس مسئلے میں الجھ کر رہ گیا۔ اور نرگس کا خیال خواہ مخواہ اس کی راتوں کی نیندیں حرام کرنے لگا۔ مجبوراً اس نے اس کا تذکرہ بھی کے آصف سے کیا۔ وہ تو اس کا منتظر تھا ہی۔ اس نے دوران شوٹنگ میں نرگس اور دلیپ کے لئے ایسے مواقع فراہم کئے جہاں یہ دونوں تنہائی میں گفتگو کر سکیں۔ اور دلیپ اس کی آنکھوں میں سما جائے۔ اور جب اس نے دیکھا کہ تیر نشانے پر ٹھیک بیٹھا اور

واقعی دونوں ایک دوسرے کے لئے بے چین رہنے لگے تو اس نے دلیپ کو مجبور کیا کہ وہ نرگس سے شادی کرے۔ دلیپ نے کچھ پس و پیش کیا اور کہا، نرگس کی ماں جدن بائی بہت لالچی عورت ہے۔ وہ کبھی اس کو گوارا نہیں کرے گی کہ نرگس ایک اداکار کی بیوی بن کر جدن بائی کی آئندہ کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دے۔ کے آصف نے اسے یقین دلایا کہ اُسے ہراساں ہونے کی چنداں ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی تمام حالات سے نمٹ لے گا۔ اور جب دلیپ نے اپنی رضامندی ظاہر کر دی تو وہ سیدھا جدن بائی کے پاس پہونچا۔ اور اس نے نرگس کے لئے دلیپ کا پیغام دیا۔

اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ وہاں کیا دیر تھی۔ جدن بائی کو دلیپ کا جیسا اداکار کہاں مل سکتا تھا۔ وہ ذرا سے پس و پیش کے بعد فوراً ہی راضی ہو گئیں۔ انہوں نے سوچا ہو گا۔ لڑکا نوجوان خوبصورت اور سب سے بڑی چیز یہ کہ صف اول کا اداکار ہے۔

اگر وہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈتی تو شاید دلیپ جیسا ہونہار اور شاندار مستقبل رکھنے والا لڑکا نرگس کے لئے نصیب نہ ہوتا۔ اس وقت نرگس کا بھی طوطی بول رہا تھا۔ اس کے پاس بھی بہت سی فلموں کے کنٹریکٹ موجود تھے، اور آ رہے تھے۔ ادھر دلیپ کا بھی ہمعصروں میں جواب نہیں تھا جس نے سنا اس نے شادی کو سراہا اور اس حسین و جمیل جوڑے کی تعریف کی مگر دشمنوں کے سینے پر سانپ لوٹ گئے۔ انہیں یہ رشتہ ایک آنکھ نہ بھایا۔ راجکپور آگے بڑھا۔ اور اس نے نرگس پر ڈورے ڈالنا شروع کئے۔ اُسے طرح طرح کے سبز باغ دکھلائے۔ مگر اس طرح کہ دلیپ کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دلیپ تو ادھر اپنی کوششوں میں الجھا رہا۔ نرگس

کا آبائی خون جو جدن بائی سے اُسے ورثہ میں ملا تھا، رنگ لایا۔ راجکپور کے سبز باغ اپنا کام کر گئے۔ نرگس عجیب کشمکش میں تھی۔ ایک طرف دلیپ کی محبت اور دوسری طرف راجکپور کی دولت کا لالچ۔ آخر کار دولت کی فتح ہوئی اور محبت کو شکست۔ راجکپور نرگس کو اپنی طرف راغب کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور دلیپ کو جب معلوم ہوا تو پانی سر سے اونچا گذر چکا تھا۔ نرگس نے آہستہ آہستہ دلیپ سے کنارہ کشی اختیار کرنی شروع کی اور آخر میں اس نے صاف کہدیا کہ وہ دلیپ کے ساتھ شادی نہیں کر سکتی۔ دلیپ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو اس نے بھی گریز اختیار کیا۔ اور ان دونوں کی محبت کا اس طرح شیرازہ بکھر گیا۔

دلیپ جیسے حساس طبیعت والے انسان کے لئے یہ حادثہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ اس واقعہ نے اس کے حوصلے کچھ دنوں کے لئے پست کر دیئے۔ اس کی زندگی کے اس پہلے غمناک واقعہ نے اُسے کافی دن تک پریشان کیا۔

زمانہ کروٹیں بدلتا رہتا ہے۔ اور اس کی ہر کروٹ مجبور و بے بس انسانوں کو اپنی لپیٹ میں لے کر انھیں کچلتی رہتی ہے۔ یہی کچھ حشر اس وقت دلیپ کا تھا۔ مگر کب تک۔ زمانہ کسی کا یکساں نہیں رہتا۔ جہاں لوگوں کے ذرا ذرا سے زخم بڑھ کر ناسور ہو جاتے ہیں، وہاں گہرے ناسور سوکھ کر اپنی حالت پر آ جاتے ہیں۔ کچھ دنوں تو دلیپ پر اس بات کا کافی اثر تھا۔ دوستوں سے ملنا جلنا تک ترک کر دیا۔ مگر رفتہ رفتہ اس کا یہ زخم بھی بھرنا شروع ہوا۔ اور دلیپ پھر وہی پہلا سا دلیپ ہو گیا۔ لیکن نرگس کو وہ ٹھوکر ایسی لگی کہ وہ آج تک نہ سنبھل سکی۔ راجکپور کے دکھائے ہوئے سبز باغ سوکھ کر جھاڑ بن گئے۔ اس کی محبت کا ڈھونگ محض افسانہ بن کر رہ گیا۔ مگر پھر کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

نرگس پھر دلیپ کے دل میں وہ مقام حاصل نہ کر سکی جو پہلے اس نے بنا لیا تھا۔ اور آج نرگس پھول نہیں، صرف ایک کانٹا ہے۔

اس واقعہ کے بعد کچھ دنوں تک تو دلیپ زندگی کی دلچسپیوں سے لطف اندوز نہ ہو سکا لیکن ایک دن وہ بھی آیا جبکہ ایک دوسری لڑکی اس کی زندگی میں داخل ہوئی۔ وہ تھی مشہور و معروف ہر دلعزیز اداکارہ کامنی کوشل۔ فلمستان کی تصویر "شہید" سیٹ پر تھی اس وقت دلیپ سے کامنی کوشل کا پہلی بار تعارف ہوا۔ اس کے بعد ملاقاتیں اکثر و بیشتر ہونے لگیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو قریب سے دیکھا۔ ایک دوسرے کی فطرتوں کا اندازہ کیا۔ دونوں تعلیم یافتہ مہذب اور حساس تھے۔ اور جب دو ایسی شخصیتیں آپس میں مل جاتی ہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے کشش پیدا ہو گئی۔ اور دونوں ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگے۔ دونوں ہم خیال تھے ایک ہی جگہ کام کرتے تھے۔ روزانہ ملاقاتیں ہوتیں کبھی تنہائی میں، کبھی گلستاں میں کبھی چاندنی راتوں میں، کبھی جوہو پر، تفریح تھی، اداکاری تھی ــــ دلیپ کے اندر ایک خوبی یہ ہے کہ جب وہ کسی فلم میں کام کرتا ہے تو اپنے اوپر وہی کیفیت طاری کر لیتا ہے جو اس کے کردار کے لئے ضروری ہوتی ہے۔ دیکھنے والوں کو اس کی اداکاری پر ہمیشہ اصل کا دھوکہ ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف اداکاری ہی نہیں کر رہا بلکہ وہ محبت کا ایک حقیقی کھیل کھیل رہا ہے۔ جس کے اثرات اس کے دل و دماغ سے بڑھ کر اس کی رگ و پے میں سما گئے ہیں۔ اور وہ مجسمہ ناکامی بن کر رہ گیا ہے۔ وہ کامنی کے ساتھ کام کر رہا تھا محض اداکاری۔ لیکن کامنی نے اس کی اداکاری کے المیہ پہلوؤں کو اس کے

دل کی آواز سمجھا۔ اس کے جذبات سے بھرپور مکالموں کو جو خود اس کی تصنیف تھے، اپنی محبت کے لئے ایک اشارے پر محمول کیا۔ اور اس نے بھی اپنے مکالموں کو جذبات میں ڈبو کر دلیپ پر یہ ثابت کر دیا کہ المیہ اداکاری صرف تمہاری ہی ملکیت نہیں بلکہ مجھے بھی اس پر عبور حاصل ہے۔ دلیپ کامنی کی اداکاری سے بے حد متاثر ہوا۔ اس کی زندگی کے خزاں نے پہلو نے کروٹ لی۔ نرگس کے بعد دلیپ کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ اس کی رشتوں میں وہ ہیجان باقی نہیں رہا تھا۔ وہ عورت کو ایک معمہ سمجھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ایک دن وہ تھا کہ نرگس بھی اسی طرح اس کے ساتھ پیش آئی تھی۔ اس نے بھی اپنی محبت کے دعوے کئے تھے۔ دلیپ کے ساتھ زندگی گزارنے کی قسم کھائی تھی۔ لیکن اس نے اس طرح آنکھیں پھیر لیں کہ جیسے دلیپ سے اس کا کبھی کوئی واسطہ ہی نہ تھا۔ اور اس سے دلیپ نے کافی سبق حاصل کر لیا تھا۔ آج یہی سب کچھ اُسے کامنی کی جانب سے ہوتا نظر آ رہا تھا۔ وہ خاموش تھا۔ اس نے کامنی سے کبھی محبت کے موضوع پر گفتگو نہیں کی۔ اگر کبھی کامنی نے اس موضوع کو چھیڑا بھی تو اس نے ہنس کر ٹال دیا۔ کئی دفعہ ایسا واقعہ پیش آیا کہ دلیپ کہیں اسٹوڈیو کے کسی کمرے میں تنہا بیٹھا اپنے تخیلات سے کھیل رہا ہے اور کامنی وہاں پہنچ گئی۔ اور مسکرا کر بولی۔ نرگس کا خیال شاید ابھی تک دماغ سے اترا۔ کہئے تو میں کوشش کروں۔ اور دلیپ کے پاس اس کا ایک ہی جواب تھا کہ مجھے فلمی دنیا کی ہر لڑکی نرگس ہی نظر آتی ہے ایک اسی پر کیا منحصر ہے جو ہے وہ بادل گرگا ہے۔ اور کامنی کہہ دیتی کہ میں ان میں سے نہیں ہوں۔ میں کہاں بادل گرگی ہو سکتی ہوں۔ اسی طرح دونوں میں اکثر چوٹیں ہوا کرتیں۔ کامنی باتوں باتوں میں اُسے اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوشش کرتی مگر دلیپ نے تو ایک خاموشی اختیار کر لی تھی۔

انھیں دنوں بجرادی کے سیٹ پر ایک لطیفہ ہوا۔ شوٹنگ ہو رہی تھی۔ بہت سے لوگ کرسیوں پر بیٹھے ہوئے گپیں ہانک رہے تھے۔ دلیپ بھی موجود تھا۔ کامنی ایک طرف کرسی پر بیٹھی ہوئی ایک گیت گنگنا رہی تھی۔ یہ وہ گیت تھا جو فلم شہید میں دلیپ نے گایا تھا۔ اسی وقت مجمع میں سے ایک ڈائرکٹر صاحب کا خیال کامنی کی طرف گیا۔ کامنی کو اسے گانے میں محو دیکھ کر انہیں لطف آیا اور چپکے سے آ کر اس کی برابر والی کرسی پر دراز ہو گئے لیکن کامنی کچھ اس درجہ گانے میں منہمک تھی کہ اُسے ان کے آنے کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا اور وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر بدستور گنگناتی رہی۔ یہ دیکھ کر انھوں نے کامنی پر ایک فقرہ چست کیا۔ اس طرح کہ اُسے دلیپ بھی سن لے۔

یہ گیت تو دلیپ خوب گاتا ہے۔

"ہاں مجھے یہ گیت دلیپ نے ہی خاص طور سے سکھایا ہے" کامنی نے مسکرا کر کہا۔

"لیکن تم دلیپ سے اچھا نہیں گا سکیں"

"اچھا گانے کی میں نے کبھی کوشش بھی نہیں کی۔ البتہ اس جیسا ضرور گا لیتی ہوں کیونکہ ہم ایک جان دو قالب ہیں ــــ ڈائرکٹر صاحب یہ جواب سنکر دنگ رہ گئے۔ دلیپ بھی حیرت زدہ ہو کر کامنی کو دیکھنے لگا۔ اور وہ مسکرا کر پھر گانا گانے لگی۔ ڈائرکٹر صاحب منہ پھیر کر چل دیئے۔

اور جب کامنی گھر واپس جانے کے لئے کار میں سوار ہو رہی تھی تو دلیپ اس کے پاس پہنچا۔ اور اس نے کامنی سے کہا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ کیوں کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے۔ کامنی نے مسکرا کر دلیپ کا ہاتھ پکڑ لیا جسے دلیپ نے فوراً ہی چھڑا لیا اور کہا کہ کامنی یہ مت بھولو کہ تم بیوی ہونے کے علاوہ بچہ کی ماں بھی ہو۔ کامنی کی مسکراہٹ

ایکدم غائب ہو گئی۔ اس نے سنجیدہ لہجہ میں دلیپ سے کہا۔

"دلیپ میں نہیں سمجھتی کہ تم مجھ سے اتنی نفرت کیوں کرتے ہو۔"

"نہیں — میں تو کسی شخص سے نفرت نہیں کرتا۔ لیکن حالات اور واقعات انسان کو مجبور کر دیتے ہیں کہ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تمہارے اوپر کوئی حرف آئے۔"

"میں کسی کی پرواہ نہیں کرتی۔"

"لیکن مجھے سب کا احترام کرنا پڑتا ہے۔"

اسی وقت کار کی دوسری جانب دلیپ کو آہٹ معلوم ہوئی اس نے پلٹ کر دیکھا تو وہی ڈائرکٹر صاحب کھڑے مسکرا رہے تھے۔ دلیپ کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ دلیپ کا خیال صحیح تھا کہ انھوں نے خفیہ دونوں کی باتیں سن لی تھیں۔ کیونکہ بعد میں انھوں نے یہ تمام راز مسٹر سود کو بتا دیا تھا۔ وہ بڑھ کر آگے آئے اور دلیپ سے کہنے لگے۔

"مسٹر دلیپ جب کامنی دیوی تمہارا اتنا خیال کرتی ہیں تو تمہیں ان کی خاطر کم از کم اپنی سطح سے کچھ نیچے اترنا ہی پڑے گا۔" دلیپ کو اس وقت ان کے دخل در معقولات اور اس طرح دھوکے سے کسی کی گفتگو سننے پر بڑا غصہ آیا۔ لیکن اُسے اپنی طبیعت پر پورا اختیار حاصل تھا اس نے ضبط سے کام لیا اور بغیر کوئی جواب دیئے ہوئے وہ خاموش اسٹوڈیو میں واپس چلا گیا۔ اور ادھر کامنی موٹر اسٹارٹ کر کے اپنے گھر چلی گئی۔

یہ تھی کامنی اور دلیپ کی پہلی رومانی ملاقات۔ جہاں سے یہ دونوں ایک

ہی راستہ پر چلنے شروع ہوئے۔ یہ چنگاریاں جو اب تک دونوں میں سلگ رہی تھی آج اس کا اظہار پہلی دفعہ کامنی نے اپنی زبان سے کیا۔ حالانکہ فلم انڈسٹری میں اس کے پہلے ہی اس قسم کی افواہیں اڑنے لگی تھیں۔ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ دلیپ کامنی کو اس کے اصلی نام اوما سے پکارتا تھا۔ اور کامنی دلیپ کو ہمیشہ یوسف کہا کرتی تھی۔ یہ یوسف اور اوما نے فلم انڈسٹری والوں کو چہ میگوئیاں کرنے پر مجبور کیا۔ اس پر طرہ یہ کہ دونوں میں دوستی اور تعلقات بھی کافی تھے بس پھر کیا تھا۔ اخباروں کے کالم کے کالم سیاہ ہونے شروع ہو گئے۔ لوگوں نے ان کی دوستی کو طرح طرح کے رنگ دے کر پیش کرنا شروع کیا۔

لیکن شاباش ہے کامنی کو اس نے کبھی ان افواہوں کی طرف التفات نہیں کیا۔ اس نے کبھی ان خبروں کی پرواہ نہیں کی۔ بلکہ اس کے برعکس ان دونوں کے تعلقات روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے گئے۔ مگر جہاں دنیا کے کسی مرد اور کسی عورت کے مخلص اُنس کو بھی روا نہیں رکھا تو یہ آخر فلم انڈسٹری تھی۔ یہاں تو پر کے کوے بنتے ہیں۔ رائی کا پہاڑ بنتا ہے۔ اور قطرے کا سمندر بہہ جاتا ہے۔ اس انڈسٹری نے کبھی بھلے کو بھلا نہیں کہا۔ اس کے ماحول نے کبھی کسی کو مخلص اور معصوم قرار نہیں دیا۔ یہاں کے ہر شخص نے یہ چاہا کہ وہ دوسرے شخص کو خواہ مخواہ داغدار کر ڈالے اور اس کا پروپگنڈا کرے۔

چور چوری نہ کرنے کے باوجود بھی جب چوری کی سزا کا مستحق قرار دے دیا جاتا ہے تو بعض بیچارے بے گناہ بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ اور آگے چل کر وہ سچ مچ چور بن جاتے ہیں۔ وہ فطرتاً چور نہیں ہوتے۔ وہ چور بنا دیئے جاتے ہیں۔

میراجہاں تک خیال ہے دلیپ کے معاملے میں بھی یہی ہوا ہو۔ ان کی دوستی جدا کر دیئے گئے۔
جب اخباروں میں معاشقہ کے روپ میں شائع ہونے لگی۔ ان کے انس کو زندگی میں انسان پر ایک دور ایسا بھی آتا ہے کہ نہ ٹوٹنے والے روابط
جب انڈسٹری میں ہر طرف سے رومانس کہا جانے لگا تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ دو بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی نہ ٹوٹنے والے روابط ذرا سی دیر میں ٹوٹ جاتے
سمجھے ہوئے کردار نفسیاتی نقطۂ نظر سے گھبرا کر خود بخود یہ محسوس کرنے لگے ہوں کہ ہاں ہیں۔ اور ایسا ماحول پیدا ہو جاتا ہے کہ انسان کو اس سے قبل اس کا احساس
ہم دوست ہیں، عاشق و معشوق ہیں۔ اسے نے کہ دوستی کی حد تو ہم دونوں تک ہی محدود بھی نہیں ہوتا۔ جدائی کی گھڑیاں بہت طویل ہوتی ہیں۔ ایک ایک پل ایک ایک
ہے اور معاشقہ کہنے والا سارا زمانہ پڑا ہے۔ سال بن جاتا ہے۔ جب دوستی حد سے تجاوز کر جاتی ہے۔ اور لوگ اس پیچھے

سونے پر سہاگہ یہ ہوا کہ وہ ڈائرکٹر صاحب جن کی تصویر میں اس وقت خلوص کو مشکوک نظروں سے دیکھ کر اسے طرح طرح کے دشنام دینے لگتے ہیں اور
دلیپ اور کامنی کام کر رہے تھے۔ وہ خود بھی کامنی کے دام محبت میں بری طرح جب دوستی کو جنسی تقاضا قرار دے کر دو دوستوں کو جدا کر دیا جاتا ہے۔ ان کے درمیان
پھنسے ہوئے تھے۔ انہوں نے باتوں باتوں میں کامنی پر یہ بات واضح کرنے کی پابندیوں کی آہنی دیواریں کھڑی کر دی جاتی ہیں۔ ان پر جبر و استبداد کیا جاتا ہے
کوشش بھی کی تھی۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ میرے تمام حربے بیکار گئے اور کامنی انہیں مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے نہ ملیں تو پھر نفرت جاگ
دلیپ کی محبت میں پھنس چکی ہے تو وہ حسد کی آگ میں جلنے لگے۔ اور اس کے اٹھتی ہے۔ دونوں دلوں میں ایک دوسرے کو دیکھنے اور اس سے ملنے کی خواہش تڑپنے
لئے انہوں نے پھر دوسری ترکیب نکالی۔ انہوں نے کامنی اور دلیپ کا قصہ نئے لگتی ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بجائے رشتہ ٹوٹنے کے دوستی اور مستحکم اور مضبوط ہو جاتی ہے
نئے رنگ دے کر اس کے شوہر مسٹر سود کے سامنے پیش کیا۔ اس کے رشتہ داروں کو دوستی میں پھر وہی تقاضے ابھرنے لگتے ہیں جو لوگ اس کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ انس
کہانیاں گڑھ گڑھ کر سنائیں، اور ان پر یہ احسان بھی جتایا کہ میں تمہارے خاندان محبت میں تبدیل ہو کر عشق کی صورت اختیار کرنے لگتا ہے۔ اور جب مدارج اس حد
کی عزت بچانے کے لئے اپنی تصویر کی شوٹنگ کچھ دنوں کے لئے بند کر رہا ہوں۔ ایک تک بڑھ جاتے ہیں تو دو محبوب دنیا کا مقابلہ کرنے پر اتر آتے ہیں۔ جان کی بازی لگانے
ہی ترکیب تھی جس سے وہ دلیپ اور کامنی کو آسانی سے جدا کر سکتے تھے۔ چنانچہ ادھر سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ اور خود دنیا کے حضور میں جھکنے کی بجائے دنیا کو مجبور کر دیتے
تو انہوں نے فلم کی شوٹنگ کچھ دنوں کے لئے بند کر دی۔ ادھر کامنی کے رشتہ داروں ہیں کہ وہ ان کی راہ میں حائل نہ ہو۔
کو ورغلایا۔ اور انہوں نے مسٹر سود کو تنگ کیا کہ کامنی کی بڑھتی ہوئی اس آزادی دلیپ کو اس واقعہ سے اس قدر صدمہ پہنچا کہ وہ تڑپ کر رہ گیا۔ اسے محسوس
سے ان کے خاندان کی عزت پر حرف آنے کا اندیشہ ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ دونوں ہونے لگا کہ اس کی المیہ اداکاری اس کی حقیقی زندگی پر غالب آگئی ہے۔ اس نے کامنی کو

جوڑنے کی بہت کوشش کی لیکن یہ زخم اتنا ہی بڑھتا رہا جتنا اس نے اسے بھلانے کی کوشش کی۔ اس کا آرام وچین سب کچھ اس سے چھین لیا گیا۔ اس کا سکون برباد ہوگیا لیکن اس نے اپنی زبان سے کبھی ایک لفظ شکایت کا نہیں نکالا۔ بلکہ اس دوران میں کبھی اس نے کامنی سے ملنے کی کوشش کی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ فلموں کا نامراد اور بے بس ہیرو اس واقعہ کے بعد سے اور زیادہ مجبور و مایوس اور غمگین نظر آنے لگا۔ اور پھر جب محبت کی حد تک مداح بڑھ جاتے ہیں تو محبت کرنے والے جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔

دلیپ کو اس حادثہ سے بہت صدمہ پہونچا۔ وہ تڑپ کر رہ گیا۔ اُسے محسوس ہونے لگا کہ اس کی حزنیہ اداکاری اس کی حقیقی زندگی میں بھی داخل ہوگئی ہے اُسے کسی کل چین نہ پڑا۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ وہ فلموں کا نامراد اور بے بس ہیرو اُس دن سے اپنی زندگی میں بھی مایوس اور غمگین نظر آنے لگا۔

مگر دلیپ اور یوسف خاں میں بہت فرق تھا۔ یوسف کو ایک دھن تھی، ایک لگن تھی، ایک غم تھا، ایک کسک تھی۔ لیکن دلیپ کی روزمرہ زندگی میں کوئی فرق نہ آنے پایا۔ اُسے اپنی ذمہ داریوں کا احساس کا احساس تھا۔ اس کا گھر تھا، بھائی تھے، بہنیں تھیں، وہ اپنے پروگرام کے مطابق باقاعدہ اسٹوڈیو جاتا اور اپنا کام کئے جاتا اس کی روزمرہ کی زندگی پر یوسف خاں کی محبت کا کوئی اثر دکھائی نہ دیتا تھا۔ وہ مقررہ وقت پر برابر سیٹ پر حاضر ہو جاتا۔ اپنی پریشانیوں میں الجھ کر کبھی اس نے شوٹنگ خراب نہیں کی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی دلیپ کمار ہر پروڈیوسر اور ڈائرکٹر کا چہیتا ہے اور اس کی شہرت بڑھتی ہی جارہی ہے۔ بعض اداکار ایسے ہوتے ہیں جو فلم بینوں

کے بہت محبوب ہوتے ہیں۔ مگر ان کے ناز نخروں سے پروڈیوسر اور ڈائرکٹر ہمیشہ نالاں رہتے ہیں۔ دلیپ ان میں سے نہیں ہے۔ وہ دونوں کے دلوں میں اپنا مقام رکھتا ہے۔

دوسری طرف کامنی پر اس امر کا خاصا اثر پڑا۔ آج تک دلیپ اور کامنی کی جوڑی پیش ہوتی رہی۔ تصویریں بہت کامیاب ہوتی رہیں۔ لیکن دلیپ کے چھوٹ جانے کے بعد کامنی کی کوئی تصویر کامیاب نہ ہوسکی۔ رفتہ رفتہ کامنی کی شہرت گھٹتی چلی گئی۔ کامنی اس کے بعد آج تک اپنی وہ اداکاری پیش نہ کرسکی جو دلیپ کے ساتھ رہ کر وہ پیش کرتی تھی۔ کئی پکچر تیار ہوکر چل گئے۔ مگر ان میں سے ایک بھی پکچر ایسا نہیں جو کامنی کی کم از کم جذباتی اداکاری پیش کرے۔

دلیپ کی جدائی کا ہنگامی اثر تو یہ ہوا کہ کامنی بیمار ہوگئی اور زیر تکمیل تصویریں ختم کرنے کے بعد اس نے مکمل آرام کا تہیہ کرلیا۔

دن بدن دلیپ کی ذہنی تکلیف اس کے دل و دماغ پر اپنا رنگ جمانے لگی۔ اسی طرح چھ ماہ گزر گئے۔ اس دوران میں اس کی تندرستی بہت خراب ہوگئی۔ اور اُسے آرام کی غرض سے مہابلیشور کے پہاڑی مقام پر جانا پڑا۔ اس کے جانے کے متعلق دوسرے لوگ کچھ بھی سمجھیں یا کہیں لیکن مسٹر سود جانتے تھے کہ کامنی کوشل کو تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے پہاڑی مقام پر جانا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ ڈاکٹروں نے بھی مشورہ دیا تھا۔ ممکن ہے کہ مسٹر سود سمجھتے ہوں کہ کامنی کی یہ حالت کس وجہ سے ہوئی ہے اور انہوں نے یہ سوچا ہو کہ کامنی کے لئے یہی بہتر ہے کہ اُسے بمبئی سے کہیں باہر بھیجدیا جائے تاکہ یہ کچھ سکون حاصل کرسکے۔ کیونکہ بمبئی کے تمام ڈاکٹر اس کا مرض سمجھنے سے قاصر تھے۔

اس کے مرض کا علاج اگر کسی کے پاس تھا تو وہ خود بھی اسی مرض میں مبتلا تھا تو وہ دو
کا علاج کیا کر سکتا تھا۔

اس زمانے میں دلیپ رمیش سہگل کی تصویر "شکوہ" میں ہیرو کا کردار ادا کر رہا
رمیش سہگل جو دلیپ کا دوست ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا بہترین شفیق بھی تھا۔ اس نے
محسوس کیا کہ دلیپ کی زندگی غم و الم میں پھنس کر برباد ہوئی جا رہی ہے۔ پہلے تو اس
نے دلیپ کو بہت سمجھایا۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی سر سے گذر چکا ہے تو اس
نے دوسری ترکیب چلی۔

آؤٹ ڈور شوٹنگ کے بہانے سے وہ چند اداکاروں کو لے کر چلا گیا۔ دلیپ
نے انکار بھی کیا۔ لیکن اس کے اصرار کے سامنے دلیپ کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور جب
یہ قافلہ مہابلشور پہنچا تو لوگوں نے دیکھا کہ دلیپ کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی
ہے۔ ڈائرکٹر رمیش سہگل نے وہاں ایک کرکٹ میچ کھیلا جس میں پریم ناتھ دلیپ
کمار، رمیش سہگل، کامنی کوشل اور دوسرے لوگ موجود تھے انہوں نے حصہ لیا اور
دوسرے اداکار جو وہاں موجود تھے انہوں نے بھی اس میچ میں حصہ لیا۔ پریم ناتھ بھی
اسی شوٹنگ کے سلسلے میں مہابلشور گیا ہوا تھا۔

جب پہلے روز کامنی اور دلیپ کی ملاقات ہوئی تو دلیپ نے دیکھا کہ اس کا
شگفتہ چہرہ مرجھا کر مغموم ہو گیا ہے۔ دونوں کی یہ ملاقات اپنی نوعیت کے اعتبار سے
بہت اہم تھی۔ اس دوران میں رمیش سہگل نے دونوں کے لئے ایسے مواقع فراہم
کئے جن سے انہوں نے خوب اپنے دل کے ارمان نکالے۔ دونوں کے ہونٹوں پر
ایک عارضی مسکراہٹ ناچنے لگی۔ پہلی دفعہ جب کامنی نے دلیپ کو دیکھا تو اس کے

آنسو نکل آئے۔ اور دلیپ کی حالت بھی کچھ دیر کے لئے عجیب سی ہو گئی۔ یہ عارضی
میل دونوں کے لئے باعث مسرت تو تھا لیکن جدائی کی گھڑیاں بھی قریب تھیں۔
اس لئے اس کے تصور نے دونوں کو کئی دفعہ رلایا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ ڈائرکٹر رمیش سہگل کا مہابلشور جانے کا مطلب آؤٹ ڈور
شوٹنگ نہیں تھا۔ بلکہ دلیپ کو مہابلشور لے جا کر اُسے کامنی سے ملانا تھا۔ جب کامنی مہابلشور
سے واپس آئی تو اس کے چہرے پر وہی مسکراہٹ اور شوخی تھی۔ جو کبھی فلم لائن ترک
کرنے سے پہلے لوگوں نے دیکھی تھی۔ مسٹر سود کو چونکہ اس واقعہ کی کوئی اطلاع ہی نہ تھی۔
اس لئے وہ یہی سمجھتے رہے کہ کامنی کی صحت کا باعث تبدیلی آب و ہوا ہے جیسا کہ
ڈاکٹروں کا خیال تھا۔ دلیپ اور کامنی کی اس خوبصورت ملاقات سے قبل ایک
دفعہ چندو لال شاہ نے بھی اپنے مکان پر ایک دعوت کی تھی جس میں انہوں نے
مسٹر سود، کامنی کوشل اور دلیپ کو بھی مدعو کیا تھا۔ دلیپ جب وہاں پہنچا تو
اس نے دیکھا سامنے ہی مسٹر سود اور کامنی بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس کے قدم لڑکھڑا گئے
اور کامنی کی صورت دیکھ کر بے اختیار اس کے دل سے آہ نکلی اور وہ فوراً وہاں سے
الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ دلیپ کی واپسی پر مسٹر سود بڑے زور سے قہقہہ لگا کر ہنسے
اور بولے۔

اچھا ہوا دلیپ یہاں سے واپس چلا گیا۔ اگر وہ نہ جاتا تو غالباً مجھے یہاں
سے چلا جانا پڑتا۔ مسٹر سود کے ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس درجہ دلیپ سے
بدظن تھے۔ اور دلیپ کے دل میں سلگتی ہوئی محبت کی معمولی چنگاری کو ہوا دے کر

ایک جوا کھی بنانے کا سہرا مسٹر تود کے اس حسن سلوک پر ہے جو انہوں نے بے بنیاد افواہوں پر اعتبار کر کے دلیپ اور کامنی کے درمیان پابندیاں عائد کر کے دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر کے ان کو اس بات کا احساس پیدا کرا دیا کہ تم دونوں خواہ پاک محبت کرتے ہو لیکن تمہیں اتنا بھی حق نہیں ہے۔

حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ کامنی تو اکثر جذبات کی رو میں بہہ گئی۔ لیکن دلیپ کے پائے استقامت کو کبھی جنبش نہیں ہوئی۔ اس نے کبھی کامنی سے محبت کے بارے میں کوئی شکوہ نہیں کیا۔ اور نہ کبھی کامنی پر یہ واضح کرنے کی کوشش کی کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ اس کی محبت میں جل رہا ہو۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اسے پا لینے کے لئے بے چین ہو لیکن جب بھی کبھی یہ دونوں آمنے سامنے ہوئے دلیپ نے ہمیشہ سرد مہری ظاہر کی۔ اس سے ہمیشہ گریز کیا۔ وہ جانتا تھا کہ ہماری محبت بے معنی اور مضحکہ خیز ہے اس کے پھولنے اور پھیلنے کے امکانات بہت کم ہیں۔ مگر وہ جو کسی نے کہا ہے دل پر کسی کا زور نہیں ہوتا۔ انسان دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔ دلیپ بھی انسان ہے۔ اس کے پہلو میں بھی ایک حساس دل ہے۔ اسے بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس شخص سے محبت کرے جس کو اس کا دل پیار کرے۔ لیکن یہ دنیا والے کسی کو خوش کب دیکھ سکتے ہیں۔

یہی حشر دلیپ کے ساتھ بھی ہوا۔ اس کی محبت کو طرح طرح کے رنگ دے کر صرف اس لئے پیش کیا گیا کہ وہ اس میں کسی قسم کی کامیابی نہ حاصل کر سکے اور یہی کچھ ہوا بھی۔ دنیا ہنستی رہی اور اس کی آنکھوں میں آنسو تیرتے رہے۔

فلم انڈسٹری کی تین ایکٹریسوں، کامنی کوشل، مدھوبالا، اور نرگس کے لئے دلیپ کے دل میں بڑی عزت ہے۔ نرگس جب بیمار تھی اس وقت کی یہ بات ہے۔ نرگس کو علالت کی وجہ سے ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا۔ اس وقت نرگس "ترانہ" میں کام کرنے والی تھی۔ لیکن بعد میں نرگس کی بجائے مدھوبالا کا انتخاب ہوا۔ دلیپ اپنے ساتھی اداکاروں کے ساتھ ہمیشہ بہت مل جل کر کام کرتا ہے۔ اس کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کا حال جانے ان کے دکھ درد کا ساتھی بنے اس کی حوصلہ افزائی کرے۔ اور سب سے بڑھ کر وہ ان کی حقیقی زندگی میں دلچسپی لے اور شاید انہیں باتوں کا یہ رد عمل ہے کہ آج ہر اداکار کا محبوب اداکار دلیپ کمار ہے۔

جب اچھے اچھے اداکار جو مغرور اور گھمنڈی کہلاتے ہیں دلیپ کے مداح ہیں۔ اس کی محبوبیت اور ہر دلعزیزی کا اعتراف کرتے ہیں۔ تو مدھوبالا بیچاری ایک عورت تھی۔ اس نے ترانے میں دلیپ کے ساتھ کام کیا۔ دلیپ کی اداکاری سے مرعوب ہو کر وہ اس کا شکار ہو گئی۔

حالانکہ مدھوبالا کے متعلق ساری فلم انڈسٹری میں یہ مشہور ہے کہ وہ نہایت اکھڑ اور کج خلق اداکارہ ہے۔ حالانکہ وہ ایک نہایت اچھی اور نامور اداکارہ ہے اور اس زمانے میں تو مدھوبالا کا طوطی بول رہا تھا۔ بچہ بچہ کی زبان پر اگر کسی اداکارہ کا نام تھا تو وہ مدھوبالا تھی۔ فلم انڈسٹری کے بڑے بڑے اداکار اس سے شادی کے خواہشمند تھے۔ اداکاروں کو چھوڑ کر بڑے بڑے رئیس اس کے ذرا سے اشارے پر اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کرنے کو تیار رہتے تھے۔ لیکن ترانے میں دلیپ کی المیہ

اداکاری وہ کام کر گئی جو لوگ دولت سے نہ نکال سکے تھے۔ مدھوبالا خود بخود دلیپ پر فریفتہ ہو گئی۔ اس کے بعد اس نے دلیپ کے ساتھ اور کئی فلموں میں کام ہی نہیں کیا بلکہ وہ دلیپ کے ساتھ کام کرنے میں ایک فخر محسوس کرتی تھی۔ اور اس نے دلیپ کی اداکاری کا اثر لے کر پڑھنا شروع کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصے میں وہ المیہ اداکاری کچھ اس طرح کرنے لگی کہ دلیپ بھی اس کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جس فلم میں دلیپ ہوتا وہاں مدھوبالا کا نام بھی اس کے ساتھ ہی چھپا ہوتا اور جس میں مدھوبالا کام کرتی وہاں دلیپ بھی موجود رہتا۔ اور اسی وقت سے دلیپ نے بیک وقت ایک سے زیادہ فلموں میں کام کرنا شروع کیا۔ ترانہ مکمل ہوا اور اس کے منظر عام پر آتے ہی ایک دھوم مچ گئی۔ دلیپ اور مدھوبالا کی جذباتی اداکاری نے پبلک کے دلوں میں جو نقوش مرتب کئے وہ لوگ کافی عرصے تک نہ بھلا سکے۔ اس تصویر نے ان دونوں کی جوڑی کو عوام میں بے حد مقبول بنا دیا اور ہر شخص کی زبان پر مدھوبالا اور دلیپ کا نام ایک ساتھ ہی آنے لگا۔

دنیا میں بہت سے ایسے مقدر لے کر آتے ہیں جن میں سکون اور اطمینان و چین کا ذکر ہی نہیں ہوتا۔ دلیپ بھی ان میں سے ایک ہے۔ اسے بھی کبھی سکون سے اپنی زندگی کے نشیب و فراز پر غور کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ ہر دفعہ اس کے ساتھ یہی ہوا اور اس کی زندگی کا ہر واقعہ ایک حادثہ بن کر رہ گیا۔

مدھوبالا کا شمار صف اول کی فلمی حسیناؤں میں کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ لڑکی جتنی حسین اور خوبصورت ہے اتنی ہی خطرناک بھی۔ اس نے اب تک اسی فلمی دنیا میں حسن و جوانی کی بدولت کیا کچھ نہیں کیا۔ کیا کیا گل نہ کھلائے۔ ایک جگہ کسی سے پیمان وفا باندھا تو دوسری جگہ کسی اور کو بیوقوف بنایا۔ اور لوگ اس کی خصلت جان بوجھ کر اس کے حسن کے فریب میں آ کر اس کی جھوٹی تسلیوں پر اعتبار کرتے رہے۔ اس کے جھوٹے وعدوں پر یقین کر کے بیوقوف بنتے رہے۔ لیکن حقیقت میں اسے کسی بھی مخصوص شخص سے دلچسپی نہیں تھی۔

اسی زمانے میں مدھوبالا کا ایک اور عاشق تھا۔ وہ تھا دلیپ کا سب سے زیادہ مخلص اور مہربان دوست، دلیپ کا ہمہ وقت دم بھرنے والا اداکار پریم ناتھ اور ان دونوں دوستوں کے درمیان مدھوبالا ایک گتھی بن کر رہ گئی۔ ابتدائی ایام میں یہ بات کسی پر کھلی نہ تھی۔ اور مدھوبالا کو اس بات کا پورا پورا احساس تھا۔ لیکن اس نے دیدہ و دانستہ خاموشی اختیار کر لی۔ اور حالات کو یونہی چلنے دیا۔

کہا جاتا ہے کہ جس زمانے میں مدھوبالا درنا فلم کی تصویر بادل میں بطور ہیروئن کام کر رہی تھی۔ اور پریم ناتھ ہیرو بن کر اس سے اظہار عشق کر رہا تھا تو مدھوبالا نے پریم ناتھ میں دلچسپی لینی شروع کی۔ ان دونوں کی دوستی دن بدن بڑھتی رہی۔ اور بہت ممکن تھا کہ یہ دلچسپی بڑھتے بڑھتے ایک عظیم رومان کی شکل اختیار کر لیتی، مگر انہیں دنوں فلمی سیاست نے ایک نیا رخ بدلا۔ مدھوبالا کے خلاف اخبار نویسوں کی جنگ چھڑ گئی۔ اور پریم ناتھ نے مدھوبالا کی جانب سے ایک بیان اخبار والوں کو دیا کہ مدھوبالا تو کسی سے لڑنا نہیں چاہتی۔ یہ تمام آگ اس کے باپ عطاء اللہ خاں کی لگائی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات عطاء اللہ خاں کو پسند نہیں آئی۔ ان دنوں اخبار نویسوں کی جنگ کی وجہ سے تمام فلم پروڈیوسر مدھوبالا کو اپنی فلم میں کنٹریکٹ کرتے ہوئے گھبرا رہے تھے۔

لیکن فلم ترانہ میں کام کرنے کے بعد مدھوبالا کی توجہ پریم ناتھ سے ہٹ کر دلیپ پر مرکوز ہو گئی۔ اور دل کے ہاتھوں وہ مجبور و بے بس ہو گئی۔ پریم ناتھ حسرت

محبت کرتا تھا۔ اور وہ دلیپ کے لئے بیقرار تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ دلیپ کو کبھی اپنا سب کچھ تصور کرتی رہے گی۔ دلیپ پریم ناتھ کا بہت اچھا دوست تھا۔ مگر یہ دونوں دوستوں میں سے ایک بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ دونوں دوست ہونے کے علاوہ آپس میں رقیب بھی ہیں۔ ہاتھوں کی یہ آڑی ترچھی لکیریں آپس میں کتنی ایک دوسرے سے ربط رکھتی ہیں۔ کون سی لکیر کس وقت ابھرے اور کب ڈوب جائے۔ یہ کسی کو بھی معلوم نہ تھا۔

یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ دلیپ اور پریم ناتھ کے مراسم بہت دیرینہ اور کافی گہرے تھے۔ دلیپ جہاں بھی ہوتا پریم ناتھ اس سے ملنے کے لئے جاتا۔ ایک دفعہ وہ بہت دنوں کے بعد سنٹرل اسٹوڈیو میں وہ دلیپ سے ملنے کے لئے گیا۔ اُسے دور سے آتا دیکھ کر دلیپ نے پرجوش استقبال کیا۔ اور دونوں دوست ایک دوسرے کے گلے میں ہاتھ ڈال کر ٹہلتے ہوئے آگے نکل گئے۔ اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے جا بیٹھے وہاں جا کر دونوں پر خاموشی اور سنجیدگی طاری ہو گئی۔ دونوں اپنے اپنے خیالوں میں مست سوچتے رہے کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ کافی دیر بعد پریم ناتھ نے اس سکوت کو توڑا۔ اس کی آواز بھاری تھی۔ اس نے دبی زبان سے کہا۔

"دلیپ۔ تم میرے دوست ہو۔ یہ سنکر دلیپ نے تعجب سے اُسے دیکھا۔ اور مسکرا کر بولا۔ پریم۔ یہ شاید آج تم کوئی نئی بات کہہ رہے ہو۔ لیکن پریم ناتھ پر سنجیدگی طاری تھی۔ اس نے دلیپ کی مسکراہٹ پر کوئی التفات نہیں کیا۔ اور کہا۔ "دلیپ مجھے ایک لڑکی سے ــــ اور پھر جیسے ایکدم چونک کر دلیپ کی طرف دیکھا۔

"کیوں محبت ہو گئی کیا؟" دلیپ نے ہنستے ہوئے کہا۔ ہاں ــــ میں مدھوبالا سے محبت کرتا ہوں۔ میں اُسے چاہتا ہوں ــــ اس کے بغیر میری زندگی پھیکی اور بے کیف ہے۔

مدھوبالا کا نام سنکر دلیپ پہلے تو اُسے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھتا رہا شاید وہ پریم ناتھ کو پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی پریم کو جو اس کی دوستی کا دم بھرتا تھا۔ مگر پھر ایکدم اس نے قہقہہ لگا کر پریم کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ اور کہا۔

"پریم یہ تو پہیلیوں کے کھیل ہیں۔ محبت تو ایک بازی ہوتی ہے میرے دوست اگر مدھوبالا واقعی تجھ سے محبت کرتی ہے تو میں اپنے قدم واپس ہٹانے کے لئے ہر وقت تیار ہوں لیکن پریم اگر تیری محبت میں یا تجھ میں کوئی کسر باقی ہے تو پھر مجھے آگے بڑھنے دے اور تجھے پیچھے ہٹ جانا چاہئے۔ آج کل مدھوبالا ہم دونوں کے درمیان ایک محبت کی کسوٹی ہے۔ اور کسوٹی پر تو صرف ایک ہی شخص پورا اتر سکتا ہے۔ وہ تم ہو خواہ میں۔ ہم دونوں میں سے کسی ایک کی ہار اور ایک کی جیت ہونی تو لازمی ہے

اس کے بعد دونوں دوست کچھ دیر کے لئے خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بیٹھے اس کے بعد اسی خاموشی کے عالم میں دونوں اپنی اپنی راہ چلے گئے۔ اور چلتے وقت نہ دونوں نے کوئی گفتگو کی اور نہ ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اسٹوڈیو کے دوسرے لوگ شاید یہ سمجھے ہوں گے کہ دونوں دوست پھر ملیں گے، کہکر رخصت ہو رہے ہیں۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس وقت اگر ان دونوں کو کوئی خیال ستا رہا تھا تو وہی صرف ایک۔ اگر اس وقت یہ دونوں کچھ سوچ رہے تھے تو صرف یہی۔ اور اگر زیر لب کچھ بڑبڑا رہے تھے تو ایک ہی بات ــــ کہ ایک کی جیت اور ایک کی ہار ہونی ہی چاہئے۔ اور پھر اس دن دونوں دوست اس طرح جدا ہوئے کہ آج تک نہ مل سکے۔

مدھوبالا پر دلیپ کی محبت کا بھوت پوری طرح سوار ہو چکا تھا۔ اس کے بعد جب پریم ناتھ نے ہاتھ پیر مارے تو اس نے کھلے لفظوں میں پریم ناتھ سے کہدیا کہ تم

اس خیال خام سے باز آجاؤ۔ اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میں دلیپ کو چھوڑ دوں۔
مدھو بالا کے اس جواب نے پریم ناتھ کے حوصلے پست کر دیئے اس کو اپنی ہار نظر آنے
لگی۔ دلیپ کے الفاظ اس کے دل میں نشتر بن کر کھٹکنے لگے آتش انتقام اس
کے کلیجے میں بھڑکی۔ اور مستقل بھڑکتی رہی۔ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری وہ مدھو بالا کو
حاصل کرنے کے منصوبے بناتا رہا۔ اور ہر طرف سے ناامید ہونے کے بعد اس کی حالت
اس بگڑی ہوئی تصویر کی سی ہو گئی جو کارٹون بن جاتی ہے۔ جس طرح بگڑا ہوا گویا قوال
بن جاتا ہے۔ اسی طرح بگڑا ہوا عاشق پریم ناتھ آج دو بچوں کا باپ ہے۔

مدھو بالا کے انکار کے بعد اس وقت پریم ناتھ کے لئے کوئی چارۂ کار ہی نہ تھا
کہ وہ دلیپ کے راستہ سے ہٹ جائے۔ اس نے اپنی الگ راہ اختیار کر لی۔ مگر شاید اس
کے دل کی جلن رہ گئی تھی۔ اس لئے اس نے اپنی ایک تصویر کا اعلان کیا تھا جس کا نام
اس نے رکھا تھا۔ (DILIP THE DMKEY) یعنی دلیپ ایک گدھا۔۔۔!!
اس عرصے میں مدھو بالا نے "فلمکار" کے ساتھ پارٹنر شپ میں ایک تصویر "انارکلی" بنانے
کا معاہدہ کیا۔ اس تصویر میں مدھو بالا انارکلی کا رول ادا کرنے والی تھی۔ اور کمال امروہوی
اس تصویر کو ڈائرکٹ کرنے والے تھے۔ جہاں یہ تصویر بن رہی تھی۔ وہاں پچھلے سات سال
سے کے آصف بھی اسی موضوع پر اپنی تصویر "مغل اعظم" بنا رہا تھا (جو آج بھی بن رہا ہے
اور سیٹ پر ہے)

"مغل اعظم" بھی فلم انڈسٹری کے لئے ایک معمہ ہے۔ کے آصف کی یہ تصویر پچھلے
سات سال سے تیار ہو رہی ہے۔ اس تصویر کے سیٹ پر جانے کے بعد ڈیڑھ یا دو برس
تک تو ہیروئن کا انتخاب ہی ہوتا رہا۔ بعض مشہور ایکٹریسیں جنہوں نے اپنے آپ اس

تصویر کے لئے خود کو پیش کیا، وہ کے آصف کو پسند نہ آئیں اور کے آصف نے جن ایکٹریسوں
کی خوشامد کی۔ وہ کسی نہ کسی وجہ سے ٹال گئیں۔ دلیپ اس تصویر کا ہیرو ہے۔ ابتدائی تین
برس کا خرچ صرف سترہ لاکھ ہوا۔ اخراجات کے متعلق ایک اچھا سا لطیفہ بھی ہوا۔

تصویریں جب بنتی ہیں تو ان کو فینانس کرنے والے یعنی روپیہ دینے والے
بڑے بڑے سیٹھ لوگ ہوا کرتے ہیں۔ "مغل اعظم" کو جو سیٹھ فینانس کر رہے تھے انہوں نے
ایک دن دلیپ سے کہا: "دیکھو دلیپ! تمہاری ذمہ داری پر ہم نے اتنی بڑی رقم
لگائی ہے۔ پکچر کو پورا کرنے کی جواب دہی تمہاری ہوگی۔ پیسہ لگانے میں ہم کبھی کسر
نہ اٹھا رکھیں گے۔ اگر جواب دہی تمہاری ہے تو ہم بھی شیر کے بچے ہیں، سمجھے۔

دلیپ نے برجستہ جواب دیا! "سیٹھ صاحب میری رگوں میں بھی پٹھانی خون ہے
پٹھان جب قدم اٹھاتا ہے تو پھر پیچھے نہیں ہٹاتا!" اس طرح مغل اعظم بنانے کے لئے
رقم ملتی رہی۔ اور لاکھوں کے اخراجات پر تصویر کا کام آگے بڑھنے لگا۔ جب ذکر ہی چل
نکلا ہے تو یہ بھی قابل ذکر ہے کہ مغل اعظم بنتے بنتے آج سات سال ہو گئے مگر مغل اعظم
کے سامنے آج بھی ہر قدم پر روڑے اٹکے ہوئے ہیں، ہر شعبہ بجائے خود ایک کہانی ہے،

مغل اعظم کے مکالمے کمال امروہوی نے لکھے تھے۔ اور فلمکار کی تصویر انارکلی
کے وہ کہانی نویس، مکالمہ نویس اور ڈائرکٹر بھی تھے۔ ایک ہی موضوع، ایک ہی لکھنے
والا اور دو جدا جدا تصویریں۔ اس انڈسٹری میں ایسا تو کیا کیا نہیں ہوتا۔ آصف
کے بیان کے مطابق دونوں تصویروں کے مکالمے اور کئی سین بھی ایک ہی تھا اور
پھر اس کا انجام یہ ہوا کہ ان دونوں اداروں کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔

دوسری طرف دلیپ کے لئے بھی ایک بڑی الجھن تھی۔ اس کے سامنے بھی

ایک مسئلہ کھڑا ہوگیا تھا۔ مدھو بالا کے لئے وہ فلمکار کی تصویر انارکلی میں سلیم کا پارٹ ادا کرنے والا تھا۔ مغل اعظم میں بھی دلیپ کا یہی رول تھا۔ ایک طرف جگری دوست کے آصف اور دوسری طرف محبوبہ مدھو بالا!!

دلیپ کی یہ بھی ایک خوبی ہے کہ وہ فیصلہ کرنے میں کبھی دیر نہیں کرتا۔ اور ہر مسئلہ کا فوری طور پر حل کر دینا اس کی عادت ہے۔ اور اس کے فیصلے ہمیشہ اٹل ہوتے ہیں۔

دلیپ نے فلمکار کی انارکلی میں کام کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور اس انکار کے بعد دونوں پارٹیوں کے درمیان قانونی نوٹسوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اور آخر یہ معاملہ انڈین موشن پکچرز ایسوسی ایشن کی مجلس عاملہ کے سامنے پیش ہوا۔ دو تجارتی اداروں کی کشمکش میں دو چاہنے والے بھی پس گئے۔ دلیپ اور مدھو بالا دونوں کے درمیان مصالحت کی تدبیریں کرتے اور کئی ایک جزوی باتوں کا تو انہوں نے تصفیہ بھی کرا دیا۔ مگر سب سے بڑا مسئلہ تو دلیپ اور مدھو کے تعلقات کا تھا۔ انارکلی میں زندہ دفن ہو جانے والی یا چن دی جانے والی انارکلی یہاں باہر رہ گئی۔ اور صرف دیوار چن دی گئی۔ ایک طرف دلیپ اور دوسری طرف مدھو بالا اور بیچ میں جھگڑے کی دیوار!

اس جھگڑے میں سب سے مزے دار چیز جو تھی وہ یہ کہ خان صاحب عطاء اللہ خاں کو نہ دلیپ سے ہمدردی تھی اور نہ مدھو بالا سے۔ ان کی بلا سے مردہ جنت میں جائے یا دوزخ میں۔ انہیں خیال تھا کہ اگر مغل اعظم تیار ہو گئی تو انارکلی رکھی ہی رہ جائے گی۔ اور ان کی رقم جو اس میں لگ چکی ہے وہ اکارت ہو جائے گی۔ جس طرح ممکن ہو سکے مغل اعظم کی تیاری روک دی جائے۔

چنانچہ اس کے لئے انہوں نے ایک بہت بڑے ڈرامے کا پلاٹ تیار کیا۔ دلیپ کمار کامنی کی جدائی کی وجہ سے سخت پریشان تھا اور وہ اکثر گزر اوقات کے لئے بابو راؤ پٹیل کے یہاں چلا جاتا تھا۔ چنانچہ خان صاحب نے یہ چال کھیلی کہ بابو راؤ کی بیوی سے استدعا کی کہ وہ مدھو بالا کو انگریزی پڑھا دیا کریں جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ اور مدھو بالا نے وہاں انگریزی کے درس کے علاوہ تنہائیوں میں دلیپ سے محبت کا درس بھی لینا شروع کر دیا۔ اور ملاقاتیں بڑھتی دیکھ کر بابو راؤ پٹیل نے دلیپ کو مشورہ دیا کہ وہ مدھو بالا کے ساتھ شادی کرے۔ ظاہر ہے کہ سارے کام کسی خاص اسکیم کے تحت ہو رہے تھے۔ اور یہ حقیقت اداکار جو اپنی زندگی کے معاملات میں بھی اتنا ہی جذباتی ہے۔ مدھو بالا کا ہیرو بن چکا اور اس دن سے مدھو بالا اس کے دل پر راج کرنے لگی۔ حالانکہ بعد میں یہ بات کھل گئی کہ عطاء اللہ خاں نے جان بوجھ کر یہ سارا موقعہ دلیپ کو فراہم کیا تھا۔ کیونکہ وہ مغل کی تیاری کو ہر قیمت پر روکنا چاہتے تھے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر دلیپ کمار مغل اعظم سے الگ ہو جائے تو پھر یہ تصویر نہ بن سکے گی۔ ایک دن انہوں نے دلیپ کے پاس کہلوا کر بھیجا کہ مدھو بالا اس سے ملنا چاہتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ملاقات ڈائرکٹر ایم صادق کے مکان پر ہوئی۔ جہاں دلیپ اور مدھو بالا کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ البتہ ایک برابر والے کمرے میں خان صاحب بند پڑے ہوئے ان کی گفتگو سننے کے لئے بے چین تھے۔ دلیپ نے ایم صادق کے دفتر میں قدم رکھا اور جونہی مدھو بالا پر اس کی نظر پڑی وہ سہم کر رہ گیا۔ مدھو بالا پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔ رو رو کر اس کی خوبصورت آنکھیں بھر گئی تھیں۔ اس نے مدھو بالا کو اس سے پہلے کبھی اس طرح روتے دیکھا نہ تھا۔ دلیپ کا رنگ اڑ گیا۔ اس کے قدم بھی بھاری ہو گئے۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا مدھو کی

کرسی کے قریب پہونچا۔ اور اس سے پیشتر کہ وہ کچھ کہے مدھو بالا نے اپنی روتی ہوئی آنکھیں اٹھا کر کہا دلیپ......!!

دلیپ سہما ہوا اُسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا۔ اس کی سمجھ ہی میں نہ آتا تھا کہ آخر ہوا کیا ہے۔ ایسی بھی کون سی مصیبت ٹوٹ پڑی ہے کہ مدھو اس قدر ٹوٹے جا رہی ہے۔ اُس نے جس درد اور کرب سے دلیپ کو پکارا، دلیپ کا دل تھرا اٹھا، اور اس نے بھی مدھو کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے صرف اتنا ہی کہا مدھو.........!!

اس کے بعد مدھو بالا نے اسی انداز میں کہنا شروع کیا، دلیپ برسوں کے بعد آئے ہوئے اس موقعہ کو تو مجھ سے کیوں چھین لینا چاہتا ہے؟ دلیپ اب بھی سہما ہوا تھا۔ مدھو بالا نے اپنا دامن پھیلا کر کہا: میری تجھ سے ایک ہی التجا ہے، میری زندگی کا یہ بہترین موقع تو مجھے دیدے۔ میں تجھ سے یہی مانگنے آئی ہوں۔ انار کلی میری زندگی کی بہترین تصویر ہوگی۔ مجھے اس تصویر کے بنانے کی اجازت دیدے مجھے یہی وعدہ کر کہ تو مغل اعظم نہیں اتارے گا۔ اور اس میں کام بھی نہیں کرے گا"۔

دلیپ بڑے بھاری بوجھ کے تلے دبا ہوا تھا۔ اس کی الجھن بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ ایک طرف جگری دوست اور اس کی عزت دوسری طرف مجبوری — نہیں — ایک عورت اور اس کی آہ و زاری — دلیپ اپنے سر پر ہاتھ دے کر دھم سے ایک کرسی پر دھنس پڑا۔ اس وقت بھی مدھو بالا اس کے بازو تھام کر کہہ رہی تھی۔

"ورنہ میں زندہ نہ رہ سکوں گی، میں خودکشی کر لوں گی"

یہ حقیقی زندگی کا ایک ایسا سین اور ایسے مکالمے تھے کہ پتھر دل کا انسان بھی

برف کے تودے کی طرح پگھل کر رہ جائے، وہاں دلیپ جیسے رحمدل اور مخلص انسان کی بساط ہی کیا؛ بڑی دیر تک وہ اسی تگ و دو میں الجھا رہا۔ سارے آفس میں سناٹا طاری تھا۔ آخر دلیپ نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "وعدہ کرتا ہوں، کوشش کروں گا کہ وہی ہو جو تم نے کہا ——!"

مگر مدھو اس سے زیادہ چالاک تھی، اس طرح ایک چکمے سے ٹلنے والی نہ تھی اس نے فوراً ہی پوچھا "تو کیا تم میرے ابا سے جا کر یہ کہہ دو گے کہ تم مغل اعظم میں کام بھی نہیں کرو گے؟" اور اس نرم دل آدمی نے اس کی بھی حامی بھر لی۔ چنانچہ وہ فوراً ہی دلیپ کا ہاتھ پکڑ کر ایک ادائے دلربانہ سے باہر نکلی۔ خان صاحب تو اس موقعہ کے منتظر تھے ہی۔ فوراً ہی مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکلے۔ اور مدھو بالا نے بچوں کی طرح اپنے باپ سے کہا۔

"ابا جان دلیپ اب مغل اعظم میں کام نہیں کرے گا۔ اور خان صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں دلیپ کی طرف دیکھ کر کہا۔ کیوں دلیپ کیا یہ مدھو بالا صحیح کہہ رہی ہے۔ اور دلیپ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور خان صاحب نے بڑھ کر فوراً دلیپ کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرمایا۔ مجھے تمہاری شرافت سے یہی امید تھی۔ اس کے بعد خان صاحب نے دلیپ سے اپنے گھر چلنے کی درخواست کی۔ اور دلیپ تھا موم سے ان کے ہمراہ ہو لیا۔ وہاں پہونچ کر خان صاحب کو ایک ضروری کام یاد آ گیا۔ اور مدھو بالا نے اپنے دست حنائی سے چائے کے علاوہ اور چند چیزیں بھی تیار کیں جو بصد اصرار دلیپ کو پیش کی گئیں۔ اور اس نے کفران نعمت مناسب نہ سمجھا۔ اور بصد شکریہ چائے پی کر گھر چلا آیا۔

دلیپ انارکلی کی کہانی سید امتیاز علی تاج کی لکھی ہوئی ہے۔ کمال صاحب کو اسے فروخت کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ کمال صاحب اس کہانی کی بنیاد پر کئی اور لوگوں کے اشتراک سے مکالمے لکھے تھے۔ جس کے کئی منظر فلمائے بھی جا چکے ہیں۔ اور اب غالباً انہوں نے وہی مکالمے انارکلی کے لئے دیئے ہوں گے۔ اور دلیپ نے جب اس کا تذکرہ خان صاحب سے کیا تو خان صاحب نے فوراً ہی ایک تار اپنے بھائی کو پاکستان دیا۔ اس میں انہوں نے تحریر کیا کہ — کہ سید امتیاز علی تاج کے پاس جا کر انارکلی کے جملہ حقوق خرید لو۔ چنانچہ ان کی ہدایت پر ان کے بھائی نے چالیس ہزار روپے پاکستانی سکوں کے عوض انارکلی کے جملہ حقوق خرید لئے۔ مگر اس کے بعد انہیں معلوم ہوا کہ پاکستان میں پہلے ہی سے انارکلی کی کہانی کے خلاف جذبات لوگوں میں ابھرے پڑے ہیں۔ اس لئے اگر ہم فلم بنائی گئی تو شاید پاکستان میں نہ چل سکے گی۔ تب تو خان صاحب بڑے گھبرائے۔ مگر کیا ہو سکتا تھا۔ کہانی خریدی جا چکی تھی۔ سانپ کے منہ چھچھوندر والا مضمون ہو کر رہ گیا۔

ادھر اس واقعہ نے ان دونوں دوستوں کے آصف اور دلیپ کمار پر اس قدر اثر کیا کہ وہ کئی دن تک اپنے گھروں سے نہیں نکلے۔ دونوں کو اپنی اپنی فکر تھی۔ دلیپ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس نے آصف پر زیادتی کی ہے۔ اور آصف یہ سمجھ رہا تھا کہ دلیپ کی رحم دلی اور دلیپ کے خلوص نے دوستی اور زیادہ مستحکم اور مضبوط بنا لیا۔

حالات اسی طرح الجھے ہوئے تھے اور مد جزر بالا۔ نازنین کے سیٹ پر کام

وہاں سے دلیپ سیدھے مسز آصف کے دفتر پہنچا۔ آصف دفتر میں موجود نہ تھا۔ وہ سگریٹوں کے دھوئیں اڑاتا ہوا وہیں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد آصف آیا۔ اور دلیپ نے اُسے دیکھتے ہی صرف اتنا کہا: "مغل اعظم نہیں اترے گا"۔ آصف اس وقت یہ سوچ کر خاموش ہو رہا کہ دلیپ الجھا ہوا ہے اور شاید کوئی قانونی پیچیدگی آپڑی ہوگی۔ اس لئے دلیپ یہ کہہ رہا ہے۔ اسے اصل واقعہ کا بالکل پتہ نہ چلا۔ بہت دیر تک دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ اس کے آصف نے کہا:

جانی۔ آج اس قدر بور کیوں ہو رہے ہو۔ معاملہ کیا ہے؟

دلیپ نے کہا: اگر وعدہ کرو تو بتاؤں۔

آصف نے پوچھا: وعدہ کیسا جانی؟

دلیپ نے کہا: بس، پہلے وعدہ کرو کہ جو میں کہوں گا وہی ہوگا۔ آصف نے لاکھ ہاتھ پیر مارے مگر دلیپ نے وعدہ لئے بغیر کوئی اتہ پتہ بھی چلنے نہ دیا۔ اور جب وعدہ لے لیا تو اس نے تمام روداد سنا دی۔ اس کے بعد آصف کی حالت کیا ہوئی۔ یہ بعید از بیان ہے۔ شاید ہی وہ کبھی اپنی زندگی میں کبھی اس قدر اداس ہوا ہو۔ دونوں بالکل خاموش اور ایک سناٹا تھا کہ طاری تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے گھر میں کسی کی موت نہ ہو گئی ہو۔

آصف نے وعدہ کر دیا تھا اور وعدے سے منحرف ہونا اس کے بس کی بات نہ تھی۔ انحراف اور پھر کس سے؟ دلیپ سے! آصف میں اتنی جرات نہ تھی کہ وہ دلیپ سے وعدہ خلافی کرتا۔ آصف نے دلیپ سے صرف اتنا کہا کہ

تھی جیسے آنکھوں پر پٹی باندھ کر کسی چوراہے پر کھڑا کر دیا جائے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ تمہیں اپنی منزل خود ہی تلاش کرنی ہے۔ حالانکہ اس نے اپنی دانست میں کبھی مدھو بالا کو اس بات کا موقعہ نہیں دیا کہ وہ کوئی شکایت کر سکے۔ مگر مغرور لڑکی نے اسے ضرورت سے زیادہ جب جھکنے پر مجبور کیا تو وہ سیدھا ہو گیا۔ اور اس نے مدھو بالا کی پرانی ضد ماننے سے صاف انکار کر دیا۔ باوجود اس کے کہ اس کی تمام تمنائیں اور آرزوئیں مدھو بالا کی محبت کی پیاسی تھیں اور وہی اس کی امیدوں کا آخری مرکز ہو کر رہ گئی تھی۔

کچھ دنوں تو واقعات یوں ہی چلتے رہے۔ کچھ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر مصالحت کرانے کی کوشش بھی کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ سب طرف سے ناامید ہو کر مدھو بالا نے ایک دوسری ترکیب سوچی۔ بظاہر دلیپ اس کے چنگل سے نکل گیا تھا۔ اس نے پریم ناتھ کو پھر سے اپنی محبت کا یقین دلانا شروع کیا۔ اور جان بوجھ کر ایسے موقع فراہم کئے کہ دلیپ انہیں دیکھے اور اس کے دل میں آتش انتقام بھڑکے۔ اور وہ پھر مجبور ہو کر مدھو بالا کو پریم ناتھ سے چھڑا کر اپنے چنگل میں پھانسنے کی کوشش کرے۔ مدھو بالا کا یہ ایک ایسا ڈرامہ تھا جس کے پس منظر دو نظریئے کام کر رہے تھے۔ ایک تو یہ کہ دلیپ شاید میدان میں آجائے اور اُسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ دوسرے اگر دلیپ بھی ہمت ہار بیٹھے تو پریم ناتھ کا بھی سودا مہنگا نہیں تھا۔ لیکن وہاں تو معاملہ ہی اُلٹا پڑ گیا۔ دونوں دوست مدھو بالا کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ دلیپ نے تو دیدہ دانستہ اس ڈرامہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ لیکن پریم ناتھ نے مدھو بالا کو ضرور ایسے چکر میں پھانس کر جس سے اُسے سو فی صدی یہ یقین ہو گیا کہ وہ پریم ناتھ کو پوری طرح اپنے قابو میں کر چکی ہے۔ اور اسی ڈرامہ کے دوران میں وہ مشہور اشتہار کہ یکا یک مقامی اخباروں میں پریم ناتھ

اور بینا رائے کی شادی کی خبر چھپی تو مدھو بالا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس کا دماغ چکرا گیا۔ اس کے ڈرامے کا ڈراپ سین ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اور وہ اپنے کو قابو میں نہ رکھ سکی۔ اسٹوڈیو کے ایک صوفہ کا سہارا لے کر بیٹھ گئی۔ اسی دن سے مدھو بالا کی ننھی سی جان کو ایک روگ لگ گیا۔ وہ روگ تھا۔ اس کی مسلسل ناکامیوں کا سامنا۔ دوسرے دن اس خبر کے صدمے سے اسے بخار آگیا۔ اس زمانہ میں عطاء اللہ خاں کی فلم صیاد کی شوٹنگ ہو رہی تھی۔ بیٹی کی بیماری کے باعث خان صاحب کو اپنی تصویر کا پروگرام بھی ملتوی کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ جن دوسرے فلمسازوں کے یہاں مدھو بالا کام کر رہی تھی وہاں بھی وہ نہ حاضر ہو سکی۔ اس غیر حاضری سے فلم انڈسٹری میں خوب قیاس آرائیاں ہوئیں۔

لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ مدھو بالا لیلیٰ مجنوں جیسی محبت کی قائل نہیں۔ اور محبت کے سلسلے میں آنسو بہانا عورت کی بے عزتی اور بزدلی خیال کرتی ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ وہ پریم ناتھ کی بجائے کسی اور کو اپنے چنگل میں پھنسائے گی۔ اور اپنے انتقامی جذبے کے تحت ہزاروں روپے کا نقصان برداشت کرتے ہوئے وہ فلم صیاد میں ہیرو کا کردار پریم ناتھ کی بجائے کسی اور کو دے دے گی۔ اور جس طرح اس نے دلیپ کو بھلا کر پریم ناتھ سے محبت کے پینگ بڑھائے تھے۔ اب پریم ناتھ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنی تمناؤں کا مرکز بنا لے گی یہ اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ لیکن مدھو بالا خواہ کتنی ہی سنگدل کیوں نہ ہو۔ ہے تو عورت اور عورت اپنے محبوب کے ساتھ گزارے ہوئے چند سنہری لمحوں کو ذرا مشکل ہی سے فراموش کر سکتی ہے۔ چہ جائیکہ موہن اسٹوڈیو کے میک اپ روم میں پریم ناتھ کے اظہار عشق کی لذت کی یاد کو بھول جائے۔ مدھو بالا اور پریم کی وہ رومانی ملاقات جس میں اس نے دونوں

بڑھے۔ اور پھر ایک بار ان کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ لیکن تقدیر پر کس کا بس چلا ہے۔ اسی زمانے میں مدھوبالا کے خلاف اخبار نویسوں کی جنگ صلح میں تبدیل ہو گئی۔ صلح کی تحریک خود خان صاحب عطاء اللہ خاں نے شروع کی تھی۔ شاید اس لئے کہ جب سے اخباروں نے مدھوبالا کے خلاف لکھنا شروع کیا تھا تو اس کی مارکیٹ ختم ہو گئی تھی۔ اس لئے خاں صاحب نے سیاسی چال کھیلی اور اخبار نویسوں سے صلح کر لی۔ تاکہ مدھوبالا کا بازار پھر سے گرم ہو جائے ان کا مطلب نکل چکا تھا۔ اس لئے مدھوبالا کو ہدایات کر دی گئیں کہ وہ دلیپ سے نہ ملے۔ اور انہوں نے بذات خود بھی بیٹی کی نگرانی شروع کر دی۔ اس طرح پھر ایک دفعہ دلیپ اور مدھوبالا کے درمیان دیواریں حائل ہو گئیں۔ ایسے میں پریم ناتھ کو پھر سے موقعہ مل گیا۔ اور اس نے دلیپ سے چھپ کر مدھوبالا پر پھر سے ڈورے ڈالنے شروع کر دیئے۔ لیکن مدھوبالا جب کبھی دلیپ سے ملتی اسے اپنی طرف سے اطمینان دلا دیتی۔ اس طرح یہ مکارہ ایک ساتھ دونوں اداکاروں کو بیوقوف بناتی رہی۔ یہاں تک کہ دلیپ کو سو فی صدی یہ یقین ہو گیا کہ اب مدھوبالا سے مجھے کوئی جدا نہیں کر سکتا۔ اس نے اپنے دوستوں سے بھی اس کا تذکرہ کر دیا۔ اور ایک روز مدھوبالا اُسے ملی تو اُس نے دلیپ سے کہا کہ وہ شادی کے متعلق گفت و شنید شروع کرے۔ چنانچہ وہاں سے دلیپ گھر پہنچا اور اس نے اپنی بڑی بہن کو بلا کر کہا: آپ خاں صاحب عطاء اللہ کے گھر میرا رشتہ لے جائیں۔ کچھ دیر تک تو دلیپ کی آپا دلیپ کو تکتی ہی رہ گئی۔ دلیپ نے کہا۔ اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ ہاں، ہاں، مدھوبالا کے لئے آپ میرا رشتہ لے کر جائیں،

اور وہاں اس شرط کے ساتھ کہ ایک ہفتے کے اندر اندر شادی ہو جانی چاہیے۔ آن کی آن میں گھر کے تمام چھوٹے بڑوں کو اس کی خبر ہو گئی۔ انہیں حیرت بھی تھی اور خوشی بھی! جس انداز سے دلیپ باتیں کر رہا تھا۔ اس سے ہر ایک نے یہ محسوس کیا کہ بات پکی ہو چکی ہے۔ اور رسم و رواج کے مطابق یہ پیغام بھیجا جا رہا ہے۔

خیر جہاں دلیپ کے لئے واقعی یہ بڑی ہمت کا کام تھا۔ مگر یہ شرط کسی کی سمجھ میں نہ آ سکی کہ آخر یہ شادی ایک ہی ہفتہ کے اندر کیوں؟ کسی نے اس کو مصلحت جانا اور کسی نے اس کو دلیپ کی عجلت پسندی سے منسوب کیا۔

دلیپ کی آپا فوراً روانہ ہو گئیں۔ عطاء اللہ خاں نے بڑھ کر ان کا استقبال کیا اور سب ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے۔ رسم کے مطابق تمہیدی پیش کرنے کے بعد دلیپ کی آپا نے بات رکھ دی۔ سب بہت خوش ہوئے۔ مگر جب ایک ہفتہ کی شرط سنائی تو عطاء اللہ خاں کی بھویں تن گئیں۔ کچھ دیر تک تو وہ حقہ گڑگڑاتے رہے۔ اور اس کے بعد انہوں نے کہا۔ کہ بیٹی آج کل آزادی کا زمانہ ہے۔ لڑکیاں وہ تو ہیں نہیں کہ ماں باپ نے جہاں چاہا بھاڑ میں جھونک دیا۔ مدھوبالا ماشاء اللہ پڑھی لکھی ہے، عقلمند ہے۔ اپنا اچھا برا مجھ سے زیادہ بہتر خود سمجھ سکتی ہے۔ میں اُسے بلاتا ہوں تم خود بہتر ہو کہ بجائے میرے اس سے بات کرو۔ دلیپ کی بہن خوش ہو گئیں۔ اس کے بعد خان صاحب نے مدھوبالا کو آواز دی۔ مدھوبالا کو اس کا علم تو پہلے ہی سے تھا۔ لیکن وہ خان صاحب کے سامنے بالکل انجان بنی ہوئی بڑے سلیقہ سے قدم اٹھاتی ہوئی، شرماتی لجاتی آہستہ آہستہ کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھ کر خانصاحب

نے کہا۔ بیٹا۔ دلیپ کے ہاں سے تمہاری شادی کا پیغام آیا ہے۔"

مدھو سر جھکائے اپنی ساری کے ایک دامن کو بل دیتی کھڑی رہی۔ کچھ لمحوں کے بعد مہر خان صاحب کی آواز گونجی "اور یہ شرط بھی کہلوائی ہے کہ شادی آٹھ دن کے اندر ہو جانی چاہیئے۔"

مدھو نے یہ جونہی سنا۔ اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ کچھ دیر پہلے جہاں حیا کھیل رہی تھی، وہاں غصہ کی لکیریں نمودار ہو گئیں۔ اور اس نے بڑی مشکل سے یہ الفاظ ادا کئے۔ اگر آٹھ ہی دن میں شادی رچانی ہو تو ان سے کہہ دو وہ کوئی اور گھر ڈھونڈ لیں۔ میں اس شادی کے لئے تیار نہیں ہوں۔ یہ کہکر مدھو بالا لپک کر اندر چلی گئی۔ دلیپ کی آپا کے تو طوطے اڑ گئے۔ اس قدر بے باک جواب کی انہیں رتی بھر توقع نہ تھی۔

گھر آ کر آپا نے تمام روئداد سناتے ہوئے کہا۔ دلیپ۔ اگر ایسا ہی تھا تو مجھے میری ہتک کیوں کروائی؟ مگر دلیپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ خود مدھو اس بری طرح اس پیشکش کو ٹھکرا دیگی۔

اس کے دوسرے دن جب دلیپ اور مدھو بالا شوٹنگ پر ملے تو دلیپ نے مدھو بالا سے دریافت کیا کہ تم نے میری بہن سے ایسا سلوک کیوں کیا۔ جس پر مدھو بالا نے اسے جواب دیا کہ مجھ سے تم شادی کرنا چاہتے تھے۔ تو تمہیں خود میرے والد کے پاس آنا چاہیئے تھا۔ یہ دوسروں کو درمیان میں ڈالنے کی کیا ضرورت تھی۔

دلیپ کو مدھو بالا کے اس روکھے جواب کی مطلقاً توقع نہیں تھی۔ یہ سنکر دلیپ حیرت زدہ ہو کر مدھو بالا کو دیکھنے لگا۔ مدھو بالا نے کہا کہ میں نے اشاروں

کنایوں میں بارہا تم سے یہ کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ جو شخص بھی شادی کرے گا تو اس کے لئے پہلی شرط یہ ہوگی کہ میں ساس نندوں کے جھمیلے میں الگ کسی پر فضا مقام پر شاندار کوٹھی میں اپنی زندگی بسر کروں گی۔ میں ساس نندوں کی خدمت کے لئے قطعاً تیار نہیں ہوں۔ جس کو تم نے ہمیشہ ہنس کر ٹال دیا۔ اور تم شاید یہ سمجھتے تھے کہ میں اپنی بات کو اور اپنی شرط کو کبھی بھول جاؤں گی۔ اور شاید تم بہن کو رشتہ دے کر بھیجکر یہ واضح کرنا چاہتا تھا کہ تمہیں جن سے نفرت ہے۔ میں انہیں کو تمہارے لئے بھیجتا ہوں۔ کیوں؟

یہ بات بالکل عیاں ہے کہ دلیپ کو اپنے بہن بھائی اور گھر چھوڑ کر الگ رہنا بالکل اسی طرح ناممکن تھا جس طرح کامنی کو اپنا گھر بار چھوڑ کر دلیپ کے گھر رہنا۔ دلیپ بادل ناخواستہ وہاں سے اپنا سا منہ لے کر اٹھ کر چلا آیا۔

معلوم ہوا ہے کہ مدھو بالا اسی دن پریم ناتھ سے ملی۔ اور اسے یقین دلاتے ہوئے کہا کہ میں تو دراصل تم سے محبت کرتی ہوں۔ اس نے جب دلیپ کی محبت کا راز دریافت کیا تو اس نے کہا کہ میں نے دلیپ سے راہ و رسم صرف ابا جان کے کہنے سے بڑھایا تھا۔ تاکہ مغل اعظم کی تیاری میں روڑے اٹکا کر اسے کسی نہ کسی طرح روک دیا جائے۔ اور اس کی بجائے انارکلی مکمل ہو جائے۔

یہ وہی مکالمے تھے جو مدھو بالا کچھ دن قبل دلیپ سے بھی کہہ چکی تھی۔ کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔ اور پریم سے تو مجھے نفرت ہے اور میں اس سے صرف ابا جان کے کہنے سے ملتی ہوں۔

"پریم ناتھ اور دلیپ گو انتہائی گہرے دوست تھے۔ اور انہوں نے کبھی ایک دوسرے سے اپنے کسی راز کو مخفی نہیں رکھا۔ اسی لئے مدھو بالا کی یہ عیاری بھی انہوں نے ایک

دوسرے کو بتا دی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پریم نے ایک دن غصہ میں مدھو بالا کو کہہ دیا کہ تم ہم دونوں میں سے دراصل کسی سے محبت نہیں کرتیں۔ بلکہ تم ہم دونوں کو بیوقوف بنا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتی ہو۔ تم میرے کمرے سے ابھی باہر نکل جاؤ ۔۔ مدھو بالا ایک لڑکی تھی۔ حسین و خوبصورت اداکارہ ۔۔ جوانی ۔۔ اور وہ بھی نشے میں ڈوبی ہوئی مخمور جوانی۔ مکر و فریب اسے ورثہ میں ملا ہے۔ اس نے فوراً ہی پریم سے سوال کر ڈالا میں بھی سن رہی ہوں کہ تم بھی اور روبے ملکشمی کے ساتھ گھومتے پھرتے ہو۔ اور جیسا کہ مشہور ہے کہ تم روبے ملکشمی سے محبت بھی کرتے ہو۔ لیکن میں نے تم پر کبھی اعتراض نہیں کیا اور چونکہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت تھی اس لئے پریم ناتھ کے پاس اس کا کوئی جواب بھی نہیں تھا۔ وہ اور خاموشی سے کمرے میں ٹہلنے لگا۔ مدھو بالا نے جب دیکھا کہ تیر نشانے پر لگا ہے تو اس نے اپنا دوسرا ہتھیار استعمال کیا۔ جسے عورت کے آنسو کہتے ہیں۔ اور جس کے سامنے بڑے بڑے جوانمرد شکست کھا جاتے ہیں۔ پریم تو اس کا عاشق ہونے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس نے محبت سے مدھو بالا کے ہاتھ تھام لئے۔ اور کہا۔

”مدھو مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم مجھ سے اتنی محبت کرتی ہو۔ میں نے جو کچھ کہا ہے وہ سب میری لاعلمی کی بدولت تھا۔ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ تم اس دل آزاری کے لئے مجھے بے قصور تصور کر کے معاف کر دو گے۔ اور مدھو بالا نے روتے ہوئے کہا۔ میں جانتی ہوں یہ ساری آگ دلیپ کی لگائی ہوئی ہے۔ اس نے شکست کھا کر شاید اس طرح بدلہ لینے کی ٹھانی ہے۔ تم اس سے نہ ملا کرو۔ اگر تم اس سے ملتے رہے تو میں تم سے ملنا چھوڑ دوں گی۔

اس مختصر مگر اہم ملاقات کے بعد پریم دلیپ کے پاس پہونچا پہلے تو دونوں دوست

گلے ملے۔ اس کے بعد پریم نے اس سے کہا کہ دلیپ تم میرے دوست ہو۔ اور آج میں تم سے ایک چیز مانگنے آیا ہوں۔ وعدہ کرو کہ مجھے نا امید نہ کرو گے۔ دلیپ نے اس کی دوستی پر اعتبار کرتے ہوئے یہ سمجھا کہ شاید پریم میرے اور مدھو بالا کے درمیان مصالحت کرانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے وعدہ کر لیا۔ وعدہ پختہ کر کے پریم نے فلم کے مکالموں کی طرح اداکاری شروع کر دی اور کہا میں تم سے مدھو بالا کی محبت مانگنے آیا ہوں۔ میں اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔

دلیپ کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ باوجود اس کے کہ اس نے مدھو بالا سے تمام تعلقات منقطع کر لئے تھے۔ لیکن اسے ایسا معلوم ہوا جیسے اس کی کائنات پریم اس سے چھین رہا ہے۔ اس کی زندگی اس کے جذبات اس کی امیدیں، ارمان سب کچھ پریم نے اپنے پیروں سے کچل دیئے۔ کچھ دیر تو وہ پریشانی کے عالم میں کمرے میں ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ اس کے بعد اس نے پریم سے وعدہ کر لیا کہ آئندہ ایسا ہی ہوگا جیسا کہ وہ چاہتا ہے۔ دونوں دوست فرط محبت سے پھر ایک دوسرے سے گلے مل کر رخصت ہوئے۔ اور دلیپ نے مدھو بالا سے ملنا جلنا قطعاً چھوڑ دیا۔ خان صاحب کو جب علم ہوا کہ دلیپ اس طرح مدھو بالا سے دامن چھڑاتا ہے۔ اور اس سے نگاہیں بچا کر نکلتا ہے۔ تو انہوں نے اور کان بھرے۔ بس پھر کیا تھا۔ خان صاحب آگ بگولا ہو گئے۔ جیسا مشہور ہے کہ ملا کی دوڑ مسجد تک۔ انہوں نے اسی وقت گیارہ فلموں کے معاہدے جن میں دلیپ اور مدھو بالا ایک ساتھ کام کرنے والے تھے۔ فوراً منسوخ کر دیئے۔ اور یہ شرط لگا دی کہ جس فلم میں دلیپ کام کرے گا۔ اس میں مدھو بالا نہیں کر سکتی۔ اور مدھو بالا کے رومانی ڈرامے کا ایکٹ پریم ناتھ کی جیت کے ساتھ ختم ہو گیا۔ مگر اس کے بعد بھی مدھو بالا کا جوڑ توڑ ختم

نہیں ہوا۔ اور وہ روزانہ نیا ڈرامہ کھیلتی رہی۔

لیکن اس واقعہ نے دلیپ کے دل پر ضرب کاری کی۔ یہ تیر گہرا تھا۔ جسے دلیپ مسکرا کر برداشت کر رہا تھا۔ مگر یہ مسکراہٹ دیرپا نہ تھی۔ یہ حادثہ نے اس کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا۔ اس کی مسکراہٹیں چھن گئیں۔ اس کی زندہ دلی گویا سرِ بازار لٹ گئی۔ اس کے جذبات کو ٹھیس لگی۔ اور وہ پھر ایک دفعہ کمرے میں جا کر بند ہو گیا۔ کچھ دنوں کے لئے اس نے گویا گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

اس زمانے میں وہ باندرا میں رہتا تھا۔ اگر کسی کو اس لاکھوں کروڑوں شائقین کے محبوب ہیرو کا گھر ڈھونڈنا ہو تو اس کے پاؤں میں چھالے آ جاتے۔ کسی کو خواب خیال میں بھی یہ گمان نہ گزرے کہ یہ صفِ اول کا اداکار ایک ایسی جگہ رہتا ہوگا۔ جہاں گندگی کے سوا کچھ اور نہیں۔ دلیپ کے محلے میں داخل ہو جایئے تو ایسا محسوس ہوگا، جیسے آپ کسی دیہات میں چلے آئے ہیں۔ وہ دلیپ جسے کئی لوگ ایک نظر دیکھنے کو ترستے ہیں اس کے محلے والوں کے لئے گویا کچھ تھا ہی نہیں۔ دلیپ کا گھر دیکھئے تو آپ یقین ہی نہیں کر سکتے کہ یہ بیسویں صدی کا نامور اداکار ایسے گھر میں رہتا ہوگا۔

گھر میں داخل ہو جائیے تو بائیں کی قسم کے حصہ میں ایک قدیم طرز کی سیڑھی ہے۔ باہر صحن میں بکریاں چہل قدمی کر رہی ہیں۔ مرغے اور مرغیوں کی پرپھڑ ہو رہی ہے۔ گندگی کا ڈھیر اپنی جگہ مسلم ہے۔ دلیپ پہلی منزل پر رہتا ہے۔ سیڑھیاں طے کر کے اوپر جائیے تو برآمدے کا حصہ ملے گا۔ اور برآمدے میں آپ کو معمولی کھٹے کی رسیوں والی دو چار چارپائیاں ادھر ادھر پھیلی ہوئی نظر آئے گی۔ سامنے ایک سادہ اور سستا قسم کا صوفہ سیٹ نظر آئے گا۔ جو کافی میلا ہو چکا ہے۔ ایسے مکان میں دلیپ کمار اپنی بہنوں اور

بھائیوں سمیت رہ رہا ہے۔ دو چھوٹے بھائی کامرس کالج میں زیر تعلیم ہیں۔ صرف دو بھائی حال ہی میں جدا رہنے لگے ہیں۔ ایک نور محمد جو کراؤنڈ مارکیٹ میں آج بھی میووں، پھلوں کی دکان چلا رہا ہے۔ اور دوسرا ناصر خاں جو اداکار بھی ہے اور کافی مشہور بھی۔ یہ دونوں بھائی شادی شدہ ہیں۔

دلیپ اپنی بہنوں کا سب سے زیادہ لاڈلا بھائی ہے۔ وہ دلیپ کو گویا ہتھیلیوں میں پال رہی ہیں۔ وہ اسے بہت پیار کرتی ہیں، بالکل بچہ کی طرح دلیپ کا بچپن بڑے ناز و نعم میں بیتا ہے۔ پھر بھی بمبئی کی زندگی اس کی بالکل سادہ زندگی ہے۔ وہ تھکا ماندہ آتا ہے اور اسی کوری رسیوں والی چھتی ہوئی چارپائی پر لیٹ جاتا ہے۔ اور کبھی تو سو بھی جاتا ہے۔ دلیپ بہت نفاست پسند ہے مگر اس کے پرانے گھر کا ماحول دیکھ کر کوئی یہ ماننے کو تیار نہ ہوتا تھا۔

ہاں! اپنی نفاست پسندی کا ثبوت اس نے اپنی نئی کوٹھی میں دیا۔ جو پالی ہل پر ہے۔

مدھوبالا کے حادثہ کے بعد دلیپ بہت کم باہر دکھائی دینے لگا۔ وہ ہمہ وقت سوچ اور فکر میں ڈوبا کمرے میں تنہا بیٹھا رہتا۔ مدھوبالا نے پہلے تو یہ سمجھا کہ دلیپ محبت کے نشے میں بدمست ہو کر خود ہی کچھ دنوں میں میرے قدموں میں سر ڈال دیگا۔ لیکن انتظار کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔ اگر مدھوبالا کو اپنی خودداری پر ناز تھا۔ تو دلیپ بھی کسی طرح اپنے کو اس سے کچھ کم نہیں سمجھتا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدھوبالا اپنے فیصلے سے ہٹنے کو تیار تھی اور نہ دلیپ اپنے مقام سے ایک انچ سرکنے کو آمادہ تھا۔ مدھوبالا کا حال تو وہ خود جانے۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اس وقت دلیپ کی حالت اس شخص کی سی

تھی جیسے آنکھوں پر پٹی باندھ کر کسی چوراہے پر کھڑا کر دیا جائے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ تمہیں اپنی منزل خود ہی تلاش کرنی ہے۔ حالانکہ اس نے اپنی دانست میں کبھی مدھو بالا کو اس بات کا موقعہ نہیں دیا کہ وہ کوئی شکایت کر سکے۔ مگر مغرور لڑکی نے اسے ضرورت سے زیادہ جب جھکنے پر مجبور کیا تو وہ سیدھا ہو گیا۔ اور اس نے مدھو بالا کی پرانوٹ منہ ملنے سے صاف انکار کر دیا۔ باوجود اس کے کہ اس کی تمام تر تمنائیں اور آرزو میں مدھو بالا کی محبت کی پیاسی تھیں اور وہی اس کی امیدوں کا آخری مرکز ہو کر رہ گئی تھی۔

کچھ دنوں تو واقعات یوں ہی چلتے رہے۔ کچھ لوگوں نے درمیان میں پڑ کر مصالحت کرانے کی کوشش بھی کی لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ سب طرف سے ناامید ہو کر مدھو بالا نے ایک دوسری ترکیب سوچی۔ بظاہر دلیپ اس کے چنگل سے نکل گیا تھا۔ اس نے پریم ناتھ کو پھر سے اپنی محبت کا یقین دلانا شروع کیا۔ اور جان بوجھ کر ایسے موقع فراہم کئے کہ دلیپ انہیں دیکھے اور اس کے دل میں آتش انتقام بھڑکے۔ اور وہ پھر مجبور ہو کر مدھو بالا کو پریم ناتھ سے چھڑا کر اپنے چنگل میں پھانسنے کی کوشش کرے۔ مدھو بالا کا یہ ایک ایسا ڈرامہ تھا جس کے پس منظر دو نظریے کام کر رہے تھے۔ ایک تو یہ کہ دلیپ شاید میدان میں آ جائے اور اُسے حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ دوسرے اگر دلیپ بھی ہمت ہار بیٹھے تو پریم ناتھ کا بھی سودا مہنگا نہیں تھا۔ لیکن وہاں تو معاملہ ہی الٹا پڑے گا۔ دونوں دوست مدھو بالا کے ہتھکنڈوں سے خوب واقف ہو چکے تھے۔ دلیپ نے تو دیدہ دانستہ اس ڈرامہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کی۔ لیکن پریم ناتھ نے مدھو بالا کو ضرور اپنے چکر میں پھانس کر جس سے اُسے سو فی صدی یہ یقین ہو گیا کہ وہ پریم ناتھ کو پوری طرح اپنے قابو میں کر چکی ہے۔ اور اسی ڈرامہ کے دوران میں وہ مہجوری اشتہ ئے کو یکا یک مقامی اخباروں میں پریم ناتھ

اور بینا رائے کی شادی کی خبر چھپی تو مدھو بالا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اس کا دماغ چکرا گیا۔ اس کے ڈرامے کا ڈراپ سین ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اور وہ اپنے کو قابو میں نہ رکھ سکی۔ اسٹوڈیو کے ایک صوفہ کا سہارا لے کر بیٹھ گئی۔ اسی دن سے مدھو بالا کی ننھی سی جان کو ایک روگ لگ گیا۔ وہ روگ تھا۔ اس کی مسلسل ناکامیوں کا سامنا۔ دوسرے دن اس خبر کے صدمے سے اسے بخار آ گیا۔ اس زمانہ میں عطاء اللہ خاں کی فلم صیاد کی شوٹنگ ہو رہی تھی۔ بیٹی کی بیماری کے باعث خان صاحب کو اپنی تصویر کا پروگرام بھی ملتوی کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ جن دوسرے فلمسازوں کے یہاں مدھو بالا کام کر رہی تھی وہاں بھی وہ نہ حاضر ہو سکی۔ اس غیر حاضری سے فلم انڈسٹری میں خوب قیاس آرائیاں ہوئیں۔

لوگوں کا خیال تھا کہ چونکہ مدھو بالا لیلیٰ مجنوں جیسی محبت کی قائل نہیں۔ اور محبت کے سلسلے میں آنسو بہانا، عورت کی بے عزتی اور بزدلی خیال کرتی ہے۔ اس لئے بہت ممکن ہے کہ وہ پریم ناتھ کی بجائے کسی اور کو اپنے چنگل میں پھنسائے گی۔ اور اپنے انتقامی جذبے کے تحت ہزاروں روپے کا نقصان برداشت کرتے ہوئے وہ فلم صیاد میں ہیرو کا کردار پریم ناتھ کی بجائے کسی اور کو دیدے گی۔ اور جس طرح اس نے دلیپ کو بھلا کر پریم ناتھ سے محبت کی پینگ بڑھا لئے تھے۔ اب پریم ناتھ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنی تمناؤں کا مرکز بنا لیگی یہ اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ لیکن مدھو بالا خواہ کتنی ہی سنگدل کیوں نہ ہو۔ ہے تو عورت۔ اور عورت اپنے محبوب کے ساتھ گذارے ہوئے چند سنہری لمحوں کو ذرا مشکل ہی سے فراموش کر سکتی ہے۔ چہ جائیکہ موہن اسٹوڈیو کے میک اپ روم میں پریم ناتھ کے اظہار عشق کی لذت بخش یاد کو بھول جائے۔ مدھو بالا اور پریم کی وہ رومانی ملاقات جس میں اس نے دو دو گھنٹوں

کو ایک ساتھ بیوقوف بنایا تھا۔ آج اُسے وہ رومانی ملاقاتیں ایک ایک کرکے یاد آرہی تھیں مگر سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ دلیپ کی طرح اب بھی خون کا سا گھونٹ پی کر رہ جاتے۔ اور اس کے خلاف کوئی اقدام اٹھانے کے بجائے یہ گانا گایا کرے۔ "میں نے لاکھوں کے بول سہے، ستمگر تیرے لئے"

چنانچہ ہوا بھی یہی۔ اس دن کے بعد مدھوبالا کچھ افسردہ رہنے لگی۔ محبت کا مذاق اڑانے والی مغرور لڑکی خود محبت کا شکار ہوکر اپنا آرام اور چین کھو بیٹھی۔ اپنے حسن کے سامنے دنیا کو جھکانے والی یہ لڑکی خود ہی اپنی تقدیر کے سامنے جھک گئی اور اب اس کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ تن بہ تقدیر شاکر ہوکر بیٹھ رہے۔

انھیں دنوں پریم ناتھ کی شادی ہوئی۔ دلیپ اُس کی شادی میں پیش پیش رہا۔ برات میں، جلسوں میں، دعوتوں میں۔ اس نے پچھلے اختلافات کچھ اس طرح بھلائے کہ کسی کو بھی یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ یہ وہی دلیپ کمار ہے۔ جس کو نیچا دکھانے کے لئے پریم ناتھ نے کون کون سے ہتھکنڈے نہ استعمال کئے تھے۔ دلیپ کی محبت یعنی مدھوبالا کو گمراہ کرکے دلیپ کے استوار رشتہ منقطع کرا دیئے گئے۔ مسٹر سود کو دلیپ کے خلاف بھڑکا کر اس کی محبت کی پامالی کی گئی۔ غرض وہ کون سا ذریعہ تھا جو دلیپ کو نیچا دکھانے کے لئے پریم ناتھ نے استعمال نہیں کیا۔ لیکن ان تمام باتوں کو پس پشت ڈال کر دلیپ نے پریم کو اپنا دوست سمجھا۔ اس سے ہمیشہ جب کبھی ملا خلوص سے ملا۔ دلیپ کتنا سادہ دل اور بھولا ہے۔ پریم ناتھ کی شادی میں دوستوں نے دلیپ پر بھی خوب طعنے کسے۔ پریم ناتھ کے باپ نے برات کے سامنے کہا۔ "دلیپ پریم تو اپنا کام کر گیا۔ اب تم کب تک بیکار رہوگے۔ تمہاری

شادی بہت جلد ہو جانی چاہئے۔ دلیپ نے مسکرا کر انہیں جواب دیا۔

"چاچا آپ کی موجودگی میں مجھے فکر کرنے کی کونسی بات ہے۔ آج پریم کی باری تھی۔ کل میرا بھی نمبر آجائے گا۔ مجھے تو پریم کی شادی کی تمنا تھی سو وہ آج پوری ہوگئی۔

ادھر سے ایک اور دوست نے آوازہ کسا۔

"یہ کہہ کر تم ان لوگوں کی حسرتوں کو پامال کر رہے ہو جو تمہیں کام سے لگے ہوئے دیکھنے کے متمنی ہیں۔

وہ کون؟ ایک اور منچلے نے کہا۔

"وہ لڑکیاں جو بڑی حسرت و امید کے ساتھ دلیپ کا ترانہ گاتی ہوئی دن گزار رہی ہیں۔ دلیپ کو چاہئے کہ وہ اپنے سہرے کی لڑیوں کا سگنل دے کر ان کی لائن کلیئر کردے۔ کیونکہ ٹریفک بند ہونے کا اندیشہ ہے۔ ورنہ بچاریوں کو گمراہ کن لوگ راستے سے ہی اڑا لے جائیں گے۔ اور پھر دلیپ منہ دیکھتے رہ جائیں گے۔

دلیپ نے کہنے والے کی کمر پر ایک دھپ رسید کیا۔ اور مسکرا کر وہاں سے چلا گیا۔

پریم ناتھ کی شادی کے بعد ایک دن موہن اسٹوڈیو میں بہت سے اداکار بیٹھے ہوئے تھے۔ منچلے اور اداکاروں کے ان میں دلیپ اور خلاف توقع مدھوبالا بھی موجود تھی ادھر اُدھر کی گفتگو کے درمیان میں لوگوں نے پھر دلیپ کی شادی کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ دلیپ تو بیٹھا ہوا مسکراتا رہا۔ لیکن مدھوبالا کے چہرے کا رنگ سرخ ہوگیا۔ تاڑنے والے بھی قیامت کے ہوتے ہیں۔ لوگوں نے دیکھا اور محسوس کیا کہ دلیپ کی شادی سے مدھوبالا جل رہی ہے۔ چنانچہ کسی منچلے نے فقرہ کسا۔

"اڑ گئی سونے کی چڑیا رہ گئے پر ہاتھ میں" اب دکھلاتے پھر رہے۔

تو دلیپ سونے کی چڑیا ہے۔ دوسرے نے ہنس کر کہا۔

بس پھر کیا تھا۔ مدھو بالا کا غصہ ایکدم ۱۰۰ ڈگری پر پہونچ گیا۔ وہ ان تمام اشارے بازیوں کا مطلب خوب سمجھ رہی تھی۔ جب اس سے ضبط نہ ہو سکا تو شیرنی کی طرح بپھر گئی اور بولی۔

"خبردار، جو میری موجودگی میں اس قسم کی گفتگو کی۔ جن کے لئے دلیپ سونے کی چڑیا ہوں گے ان کے لئے ہوں گے۔ میرے دروازے پر صبح سے شام تک کتنے دلیپ آتے ہیں۔"

"دریں چہ شک" ایک نے آواز لگائی۔ اور مدھو بالا غصہ میں پیر پٹکتی ہوئی اسٹوڈیو سے باہر نکل گئی۔ اور دلیپ نے سنجیدگی سے اس مذاق کی مذمت کی لیکن مدھو بالا کو کوئی جواب نہیں دیا۔

اس دن سے مدھو بالا کو دلیپ سے خواہ مخواہ کا بغض للّہی ہو گیا۔ پریم ناتھ تو ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ اس نے دلیپ پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ میرے لئے ڈائرکٹر اور پروڈیوسر تک آنکھیں بچھانے کو تیار ہیں۔ فلی مستری پر جال بچھانا شروع کر دیا۔ مگر اس کی قسمت میں بھی شاید دلیپ کی طرح ناکامی ہی لکھی ہے اس نے بھی آج تک جتنے حربے استعمال کئے سب کے سب بیکار گئے۔ چنانچہ یہی حشر فلی مستری اور مدھو بالا کے رومان کا بھی ہوا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اداکاروں کی عشق و محبت پروڈیوسروں کو لاکھوں روپیہ کا نقصان پہونچا دیتی ہے۔ اور فلموں میں جو رکاوٹیں پڑتی ہیں وہ الگ۔

چنانچہ پریم ناتھ اور دلیپ دونوں سے نا امید ہو کر مدھو بالا نے فلی مستری کو

اپنے جال میں پھانس۔ فلمی دنیا میں فلی مستری اس سے قبل بھی عشق و محبت کا کھیل اچھی طرح کھیل چکا تھا۔ مدھو بالا اس زمانے میں فلم شہنشاہ میں ہیروئن کا رول ادا کر رہی تھی۔ اور فلی مستری کے سپرد اس کی ڈائرکشن تھی۔ اور جب ان دونوں کی محبت کے پینگ بڑھے تو اس کا خمیازہ دوسرے لوگوں کو بھگتنا پڑا۔ اس فلم کے پروڈیوسر گوپال داس نے دیکھا کہ مدھو بالا اور فلی مستری کے بڑھتے ہوئے خطرناک رومان نے فلم کی شوٹنگ کی رفتار میں غیر معمولی سستی پیدا کر دی ہے۔ اور جب انہوں نے جائزہ لیا تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے کہ چار دن کی شوٹنگ کے دوران میں ۱۰۰۰ ایکسٹرا اداکاروں سے ہر روز کام لینے کے باوجود ہیروئن صرف ایک منظر میں ابھی پیر چھیوں سے ہی اتر سکی تھی، حالانکہ اس وقت تک فلی مستری کو ۲۰ ہزار کی کار ۵۰ ہزار روپیہ ادھر اُدھر کے اخراجات کے لئے قرض کی صورت میں اور مدھو بالا کو تیس ہزار روپیہ بطور پیشگی دیا جا چکا تھا۔ گوپال داس نے دیکھا کہ اگر تصویر کی تکمیل کی یہی رفتار رہی تو پھر اس کو مکمل ہونے کے لئے کئی سال اور لاکھوں روپے صرف ہوں گے۔ پہلے تو انہوں نے فلی مستری کو سمجھانے کی کوشش کی۔ مدھو بالا کو بھی سمجھایا لیکن نیا نیا رومان تھا۔ تفریحیں تھیں، عیش تھے۔ گوپال داس کی نصیحتیں جذباتی جوانوں کو اس سے باز نہ رکھ سکے۔ مجبوراً انہوں نے فلی مستری کو برطرف کر دیا۔

فلی مستری کی برطرفی سے انڈسٹری میں ہل چل مچ گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے بھائی جال مستری کو بھی الگ کر دیا گیا۔ مدھو بالا نے جب یہ دیکھا تو شوٹنگ کے لئے جانا بند کر دیا۔ جب گوپال داس نے بلوایا تو اس نے کہہ دیا کہ جب تک فلی مستری کو دوبارہ ڈائرکٹر نہ لیا جائے گا۔ میں کام کرنے کے لئے ہرگز ہرگز تیار نہیں ہوں۔ یہ سن کر گوپال داس کو

بہت غصہ آیا۔ ان کے کانوں میں بھی مدھوبالا کے ارادوں کا علم پڑ گیا۔ انہیں پتہ چلا کہ یہ سب کچھ دلیپ کی مخالفت میں کیا جا رہا ہے۔ انہوں نے ادھر تو مدھوبالا کو منہ توڑ جواب دیا کہ میں ایک لاکھ روپے کا غم تو برداشت کرلوں گا۔ لیکن کسی کے ناجائز مطالبے کے سامنے سر جھکانے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اور فلم انڈسٹری کو رومان کی غلط آماجگاہ نہیں بننے دوں گا۔ اس جواب نے مدھوبالا کو سٹپٹا دیا۔

دوسری طرف اس نے دلیپ سے گفت و شنید شروع کردی۔ لیکن دلیپ نے ان سے کہہ دیا کہ میں مدھوبالا کی مخالفت میں اس میں کام کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں لوگوں نے اُسے بھڑکایا۔ اُس سے کہا کہ مدھوبالا نے تمہاری محبت میں یہ اقدام اٹھایا ہے تمہارے لئے اس سے اچھا موقعہ نہیں مل سکتا۔ تم اس کے مقابلے میں آکر اس کو نیچا دکھادو۔ لیکن دلیپ نے انھیں بھی یہی جواب دیا کہ میں کسی زمانے میں اس بے وفا سے اقرار محبت کرچکا تھا۔ گو وہ اپنے عہد و پیمان سے پھر چکی ہے۔ لیکن کیا میں بھی اس کی طرح اپنے وعدوں کو بھول جاؤں۔ اپنے عہد زریں کے ان وعدوں کو بھول جاؤں جو میں نے کبھی اس سے کئے تھے۔ اگر ایسا کروں گا تو اس میں اور مجھ میں کیا فرق رہے گا۔ دلیپ کے اس جواب سے لوگ قائل ہو گئے۔ اس کی عظمت اور اس کی شرافت نے لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ جما دیا۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے فلمی مستری کے کانوں میں یہ بات ڈال دی کہ دلیپ شہنشاہ میں کام کرنے کے لئے تیار ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنی ذاتی فلم کمپنی کھولنے کا اعلان کردیا۔ اور دیو آنند کو ہیرو منتخب کرکے مدھوبالا کو ہیروئن کا کردار دے دیا۔ اس فلم کا نام تھا ارمان۔ اس کی شوٹنگ شروع ہوگئی۔ فلمی مستری اور مدھوبالا کے بڑھتے ہوئے تعلقات سیٹ پر روزانہ

نئے گل کھلا رہے تھے۔ جن کی اطلاع دلیپ کو ملتی رہتی تھی۔

لیکن بعض لڑکیاں عشق و محبت کے معاملے میں بڑی بدقسمت واقع ہوئی ہیں ایک طرف اگر دلیپ کو مسلسل ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا تو دوسری جانب مدھوبالا کو بھی محبت کا سودا بہت مہنگا پڑا۔ اس غریب نے بھی جس شاخ پر اپنا نشین بنانا چاہا۔ وہی شاخ ٹوٹ گئی۔ اور یہ پھر کچھ دنوں کے لئے بے سہارا ہو گئی۔ باوجود اس کے جو ادائیں عشوہ حسن و جمال غرضکہ ہر نسوانی دولت جو مدھوبالا کو قدرت کی جانب سے ملی ہے اس کے ساتھ دولت روپیہ پیسہ، کاریں، بنگلہ غرض آرام و آسائش کی کون سی چیز ایسی نہ تھی جو مدھوبالا کے لئے میسر نہ تھی۔ لیکن جہاں تک پر ارمان جگمگاتی ہوئی راتوں کا تعلق ہے۔ تسکین دل سکونِ قلب کا سوال ہے تو اس کی ناکامی اس کے ماتھے پر بدقسمتی کی مہر ثبت کردیتی ہے۔ اور اس طرح بہت سی لڑکیوں کو شہر کے باہر جنگلوں کی تنہائیوں میں شہر سے دور افتادہ علاقوں میں گھٹ گھٹ کر زندگی گزارتے دیکھا گیا ہے۔ مدھوبالا بھی انھیں میں سے ایک تھی۔ اس نے اب تک نجانے کتنے فلمی شہزادوں سے محبت کے ڈھونگ رچائے اور سوائے دلیپ کے باقی سب نے اسے بذات خود ٹھکرا دیا۔ اور اسے کسی نہ کسی وجوہات کی بنا پر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کسے یقین آسکتا ہے کہ اتنی نامور اداکارہ جو پبلک کے دلوں پر اپنا قبضہ جمائے ہوئے عشاق کے جذبات سے کھیلتی ہے جس کے ذرا سے اشارے پر ہزاروں نوجوان اپنی آنکھیں بچھانے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ لیکن وہ جسے اپناتی ہے وہی اس سے منہ موڑ لیتا ہے۔ وہ محسوس کرنے لگتی ہے کہ میرے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں ہے۔ ان ٹھوکروں سے مدھوبالا نے کوئی تجربہ حاصل کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ لیکن خان صاحب

عطاءاللہ خاں ایک جہاندیدہ آدمی تھے۔ ان کی دور بین نگاہیں بیٹی کے مستقبل کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ فلمی مستری اس وقت ان کے اپنے ذاتی ادارے دہلی تھیٹرز میں ملازم تھا۔ لہٰذا انہوں نے بیٹی کے رومان کو بڑھتے ہوئے دیکھا اور اس کے خطرناک نتائج کا احساس کرتے ہوئے فلمی مستری کو اپنے ادارے کی ملازمت سے برطرف کر دیا۔ اور اپنے فلم صیاد کی ہدایت کسی دوسرے ڈائرکٹر کے سپرد کر دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ مدھوبالا کو فلمی مستری کی خاطر شہنشاہ میں کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ بغیر یہ پرواہ کئے ہوئے کہ اس سے گوپال داس کو ایک لاکھ سے زیادہ کا نقصان پہنچے گا۔

اور اس نے خان صاحب کے اس اقدام کے خلاف زبردست احتجاج کیا۔ یہاں تک معلوم ہوا ہے کہ دونوں باپ بیٹوں میں کافی تو تو میں میں ہوئی۔ بعد میں یہ معلوم ہوا کہ خان صاحب نے فلمی مستری کو صرف اسی لئے علیحدہ نہیں کیا تھا کہ اس نے مدھوبالا کو اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔ بلکہ اسی زمانہ میں شکیلہ نامی ایک اور دوشیزہ فلمی دنیا میں نئی نئی آئی۔ اور اس نے فلمی مستری کو اپنے جال میں پھانس لیا۔ مدھوبالا بیچاری دیکھتی رہ گئی۔ اور جب خان صاحب نے یہ محسوس کر لیا کہ فلمی مستری دوستی کے پردے میں مدھوبالا کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہتا ہے تو انہوں نے اُسے اپنے ادارے سے الگ کر کے اپنی بیٹی کے بندوبست کے لئے میدان ہموار رکھا۔ حالانکہ ان کی خفیہ ملاقاتوں پر وہ کچھ بھی پابندیاں عائد نہ کر سکے۔

دلیپ یہ سب کچھ دیکھتا رہا۔ مدھوبالا فخریہ انداز میں جہاں کہیں دلیپ ہوتا وہاں فلمی مستری کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالکر وہاں جاتی۔ اُسے جلانے کے لئے اُسے دکھا دکھا کر ہنس ہنس کر باتیں کرتی۔ اپنی تصویر کے مکالمے بولتی۔ لیکن اس آہنی انسان نے کبھی توجہ نہیں دی۔

ایسے موقعہ پر اگر دلیپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو نہ معلوم کیا کر دیتا۔ جوش انتقام میں نہ جانے کونسا غلط قدم اٹھاتا لیکن دلیپ نے محبت کرنے کے باوجود یہ تمام کھیل اپنی آنکھوں سے دیکھے لوگوں کی زبانی بہت کچھ سنا۔ مگر اس کان سن کر اس کان سے اڑا دیا۔

دلیپ کی محبت آجتک لوگوں کے لئے ایک معمہ ہے۔ آجتک کوئی شخص یہ نہ جان سکا کہ دلیپ کامنی کو زیادہ پیار کرتا ہے یا مدھوبالا سے اُسے زیادہ محبت ہے درِ اصل یہ دونوں ہستیاں ایسی تھیں کہ جو بیک وقت اس کے دل پر مسلط ہیں اور اب تک ہیں۔ کبھی کامنی کی محبت کا پلہ بھاری ہو جاتا تو کبھی مدھوبالا اس کے لوح دل پر اُبھر آتی۔ مدھوبالا کے لئے میدان صاف تھا۔ لیکن کامنی اور دلیپ کے درمیان سینکڑوں دیواریں حائل تھیں جنہیں توڑنا دلیپ کے بس کی بات نہ تھی۔ ان دونوں نے دلیپ کے دل میں اپنے اپنے لئے الگ الگ مقام پیدا کئے تھے۔ اور سچی بات تو یہ ہے جیسا کہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ دلیپ خود یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ اُسے کامنی سے زیادہ محبت ہے یا مدھوبالا سے۔ بارہا لوگوں نے اس سے سوال کئے مگر اس نے کسی کو تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ اور شاید وہ خود ہی اس قسم کے سوالات سے گھبراتا ہے۔

اس کی زندگی کا ایک اور بڑا جاں گداز منظر جو کتنی بڑی حقیقت رکھتا ہے۔ وہ کامنی کے ساتھ آخری فلم آرزو میں کام کر رہا تھا۔ جالندھر کے پہاڑی اور پر فضا مقام پر اس کی فلم بندی ہو رہی تھی۔ کمپنی آؤٹ ڈور شوٹنگ کے سلسلے میں وہاں گئی ہوئی تھی۔ ایک سہانی شام کو اس فلم کا آخری منظر فلمایا گیا جس کے مکالمے یہ تھے کہ محبوبہ اپنے محبوب سے گڑگڑا کر کہتی ہے:۔

"پیارے۔ تم نے آنے میں بہت دیر کی۔ میں نے تمہارا بہت

انتظار کیا۔ مگر تم نہیں آئے۔ اور ذرا سی دیر میں میرے اور تمہارے درمیان سماج کی کھڑی کی ہوئی ہزاروں دیواریں حائل ہو گئیں۔ اگر شادی سے پہلے تم مجھے مل گئے ہوتے تو آج یہ دائمی جدائی ہماری قسمت میں نہ ہوتی۔"

اور دلیپ نے اس سے بھی زیادہ غمناک لہجہ میں کامنی کو جواب دیا۔

"اگر ایسا ہی تھا تو تم ہی مجھے شادی سے پہلے مل گئی ہوتیں۔ تم نے کچھ دنوں میری آمد کا انتظار کیا ہوتا۔"

یہاں فلم کا آخری سین ختم ہو جاتا ہے۔ اور اس مکالمے پر فلم کی آخری شوٹنگ بھی ختم ہو گئی۔ یہ سب جانتے ہیں کہ وہ ایک تصویر کی فلم بندی ہو رہی تھی۔ یہ مکالمے محض اس کہانی کا ایک حصہ تھے۔ لیکن ان مکالموں میں ان حقیقی زندگی کا پرتو کس قدر جھلک رہا تھا۔ جس نے دونوں کو بے خود کر دیا۔ اور یہ سین ان کی حقیقی زندگی کا بھی آخری سین ہو کر رہ گیا۔ ان کی زندگی کی کروٹ کروٹ یہی کہہ رہی تھی کہ تم شادی سے پہلے ملے ہوتے۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ اس منظر کی فلم بندی کے بعد دلیپ دو دن تک اپنے کیمپ سے باہر نہیں نکلا۔ اس کی بے خودی اور افسردگی سے ساری یونٹ میں اداسی چھائی ہوئی تھی۔ اس منظر نے دلیپ کی دلی کیفیت کا حال کھول کر رکھ دیا۔ بہت ممکن ہے کہ یہ سین آج بھی دلیپ کے دل میں کانٹے کی طرح چبھ رہا ہو۔ اور وہ منظر ایسی گتھی کی طرح تھا جسے نہ آج تک دلیپ سلجھا سکا ہے اور نہ سلجھا سکتا ہے۔ اور اس منظر کی شوٹنگ کے بعد حقیقت میں ان کی ملاقاتیں دائمی جدائی

ہو گئیں۔ ان پر سخت پابندیاں عائد کر دی گئیں۔ مسٹر سود نے کامنی پر سختی شروع کر دی اور کوششوں کے باوجود دونوں آپس میں نہ مل سکے۔ اس طرح پردہ سیمین کے دو عظیم اداکاروں، فنکاروں اور محبت کرنے والیوں کو اس سنگدلی سے علیحدہ کر دیا گیا۔ اور ان کی دوستی اور محبت کا یہیں سے تقریباً خاتمہ ہو گیا۔

یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ آرزو کامنی اور دلیپ کی آخری فلم تھی۔ لیکن ان کی زندگی کی کہانی یہیں پر ختم نہیں ہو جاتی بعض چنگاریاں ایسی ہوتی ہیں جو شعلوں کی طرح نہیں بھڑکتیں جس سے لوگوں کی نگاہوں میں چکا چوند پیدا ہو جائے۔ یہ دوسری بات ہے کہ زمانے کی مخالفت اور حالات کی ناسازگاری کے باعث گو وہ بجھے بجھے نظر آتے ہیں لیکن جس طرح راکھ کے نیچے مدھم آنچ کافی عرصہ تک برقرار رہتی ہے۔ اسی طرح یہ دو محبت بھرے دل بھی اندر اندر ہی سلگ رہے تھے۔ اور اس حسین ماضی میں دونوں محو تھے جبکہ ان دونوں کا فسانہ زبان زد خاص و عام تھا اور ان کی محبت کے ترانے فضائے آسمانی آسمانی پر گونج رہے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے سے اس درجہ محبت کرتے تھے کہ اپنی محبت اور جذبات کو پردہ سیمین پر بھی نہیں چھپا سکتے تھے۔ کامنی کے ساتھ اس کی فلمیں ندیا کے پار، شہید، آرزو، لافانی محبت کا ایک حسین مرقع ہیں۔ لیکن اخلاق اور مذہب کے ٹھیکیداروں کو یہ باغی عشق ایک آنکھ نہ بھایا۔ ان کی محبت کو دیکھ کر فلمی دنیا میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ لوگوں نے ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا کر ایک طوفان کھڑا کر دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اخلاق اور مذہب کے قصر کی بنیادیں اس قدر کمزور ہیں کہ دو دلوں کا ملاپ انہیں بھک سے اڑا دے گا۔ کامنی کوشل کو فلمی دنیا سے زبردستی علیحدہ کیا گیا۔ دلیپ اور اس کے درمیان پابندیوں کی آہنی دیواریں

قائم کردی گئیں۔ ان پر جاسوس مقرر کئے گئے۔ جو دشمنوں کو پل پل کی خبر دیتے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ دونوں ٹوٹے ہوئے دل سکونِ قلب کی تلاش میں اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے رہے۔ لیکن ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے۔ ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کرسکتے۔ دلیپ کا اس زمانے میں کیا عالم تھا۔ زندگی کی تاریکیاں اس کے وحشت زدہ چہرے پر ابھر کر اس کی زندگی کی تمام رعنائیوں پر مسلط ہوگئی تھیں۔ اس کی حالت اس شمع کی مانند ہوگئی جس کا تیل ختم ہوچکا ہو۔ اور بتی سلگ سلگ کر اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گذار رہی ہو۔ اور صرف ایک ہی وجہ تھی کہ آرزو کے بعد جب کامنی نے دلیپ سے الگ ہوکر فلم دسم میں کام کیا تو اس کی اداکاری سے معنوعی اداکاری کا پرتو جھلک رہا تھا۔ ماضی کی اداکاری میں اور پونم کی اداکاری میں زمین آسمان کا فرق موجود ہے۔

دلیپ کمار کے لئے کامنی کا داغ ابھی بالکل تازہ تھا اور وہ پوری طرح اس کے خیال سے چھٹکارا نہیں حاصل کرپایا تھا کہ اُسے ایک دوسری مصیبت سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک دن اُسے معلوم ہوا کہ ہربنس لال سوہن لال نامی ایک شخص نے ناصر خاں پر ۲۵۰۰۰ روپیہ کا دعویٰ کردیا۔ معلوم ہوا ہے کہ یہ روپیہ فلم ساز ایس ایم نواب نے پہلے اپنے فلمساز کی تکمیل کے لئے ہربنس لال سوہن لال سے قرض لیا تھا۔ اور ناصر خاں نے اس پر بطور ضمانتی کے دستخط کئے تھے۔ لیکن جب وقت مقررہ تک وہ روپیہ ادا نہیں ہوا تو ایس۔ ایم نواب اور ناصر خاں دونوں کو عدالت نے دیوالیہ قرار دیدیا۔ ناصر خاں کے دیوالیہ بن جانے بعد فلم انڈسٹری میں دلیپ کا بہت مضحکہ اڑایا گیا۔ اور جب دلیپ کو معلوم ہوا تو اس نے ناصر خاں سے باز پرس کی اور خود روپیہ ادا کرکے اپنے خاندان کی عزت کو بچایا۔ اسی

بات پر دونوں بھائیوں میں کچھ ان بن بھی ہوگئی۔ کیونکہ دلیپ نے اُسے سمجھایا کہ وہ ایس ایم نواب کا ساتھ چھوڑ دے۔ کیونکہ وہ کچھ اچھا نہیں ہے۔

لیکن ناصر خاں پر تو آرتی کی محبت کا بھوت سوار تھا۔ اور نواب اُسے خوب ہوا دے کر ناصر خاں کو اس رنگ میں پھنسا کر آسامی بنانے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔ دلیپ کو یہ تمام حالات معلوم ہوتے رہتے تھے لیکن وہ اپنے بڑے بھائی کی بہت عزت کرتا تھا اس لئے اس نے کبھی ناصر خاں کے سامنے زبان کھولنے کی جرأت نہیں لیکن جب خاندان اور اس کی اپنی عزت اور شہرت پر حرف آتا نظر آتا تو مجبوراً اسے ناصر خاں کی باز پرس کرنی پڑی۔ لیکن ناصر خاں پر اس کی نصیحتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اور وہ برابر نواب کے ساتھ روپیہ حاصل کرنے میں کوشاں رہا۔ اس سے پہلے بھی اسی "فلم ساز" کی تکمیل کے سلسلے میں نواب نے نرگس کے بھائی اختر حسین سے کچھ روپیہ طلب کیا تھا۔ اور انہوں نے وعدہ بھی کرلیا تھا کہ میں اپنی فلم ہوتا کی تکمیل کے بعد تمہیں روپیہ دیدوں گا اور تم اس سے اپنی تصویر مکمل کرلینا۔ لیکن اسی دوران میں اختر حسین نے نواب کو جالندھر اپنی فلم کا روپیہ وصول کرنے کے لئے بھیجا۔ جہاں سے نواب نے روپیہ حاصل کرکے اُسے خرد برد کردیا۔ اس طرح اختر حسین نے روپیہ دینے سے انکار کردیا۔ اور فلم ساز ایسی ہی ادھوری پڑی رہ گئی۔ ہربنس لال سوہن لال نے پہلے تو کافی مدت تک انتظار کیا۔ لیکن جب کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا تو انہوں نے دعویٰ دائر کردیا۔ اور یہ روپیہ دلیپ کو اپنی جیب سے بھرنا پڑا۔ دلیپ نے جب دیکھا کہ پانی سر سے اونچا گذر چکا ہے۔ اور ناصر خاں کسی صورت میں ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تو مجبوراً اُسے تمام واقعات اپنی چہیتی بھابی ثریا کے گوش گذار کرنے پڑے۔ اور اس سے کہا کہ وہ ناصر خاں کو سمجھائے۔

لیکن دلیپ کے اس کہنے کا الٹا اثر ہوا۔ جب ثریا نے اپنے شوہر ناصر خاں کو سمجھایا۔ تو وہ بگڑ گیا۔ اور اس نے اپنی بیوی کے ساتھ دلیپ کو بھی برا بھلا کہا۔ اور دونوں میاں بیوی کی لڑائی کافی شدت اختیار کر گئی۔ اور اس کی بیوی نے کہدیا کہ اگر تم نے نواب سے ملنا جلنا نہ چھوڑا تو میں تمہارے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں ہوں، ناصر خاں کو اپنی بیوی سے ایسے جواب کی توقع نہ تھی۔ اس نے غصہ میں آکر اپنی بیوی سے کہدیا کہ وہ فوراً اپنے والدین کے یہاں جا سکتی ہیں ۔ اور وہ اپنے رشتہ کے بھائی آصف کے پاس چلی گئی ۔ اور ان دونوں میاں بیوی کے جھگڑے نے اس قدر طول کھینچا کہ اب ناصر نہ صرف ثریا کی صورت دیکھنے کا روادار ہے بلکہ اُسے طلاق دیکر اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی فکر میں ہے۔ تاکہ اس کے بعد وہ آرتی کے ساتھ بہ آسانی شادی کر سکے۔ لیکن ثریا بھی ایسی کم تھوڑا ہی تھی۔ اس نے بھی ناصر خاں کی باتوں کا منہ توڑ جواب دیا۔ اور ناصر نے پولس میں رپورٹ کی کہ میری بیوی ثریا بغیر میری اجازت کے میر عدم موجودگی میں آصف کے گھر جا کر رہنے لگی۔

ناصر خاں کا قصہ اتنا طول پکڑ گیا۔ جس کا سنبھالنا دلیپ کے قابو سے باہر ہو گیا۔ اس نے ہر چند بھائی کو سمجھایا۔ لیکن وہ جتنا سمجھاتا تھا۔ اس سے زیادہ آرتی اُسے غلط اقدام کے لئے اکساتی تھی۔ تاکہ وہ اپنے لئے جلد از جلد میدان ہموار کرے۔ اور پھر نواب نے بھی اُسے گھر والوں کے خلاف دل کھول کر بھڑکایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بھائیوں کے دلوں میں رنجش بڑھ گئی۔ اور ناصر خاں خواہ مخواہ دلیپ سے متنفر ہو گیا۔ اسی پر اکتفا نہیں ہوا۔ ایک دن دلیپ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس کی بھابی ثریا اپنے چند رشتہ داروں کے ہمراہ آرتی کے گھر اس سے لڑنے گئی تو اس کی شرم کے مارے بری حالت ہو گئی۔

اول تو دلیپ کو باہر کے صدمے ہی کیا کم تھے اس پر جب گھر میں یہ ہنگامہ کھڑا ہو گیا تو اس کی زندگی اور اجیرن ہو گئی۔ تو اُسے مجبوراً کچھ دنوں کے لئے بمبئی سے باہر جانے کا فیصلہ کرنا پڑا۔ اس کے علاوہ مسلسل پریشانیوں اور پیہم ناکامیوں نے اُسے ایک حد تک کمزور بنا دیا تھا۔ اسی لئے ڈاکٹروں نے بھی اسے یہی مشورہ دیا تھا کہ وہ بمبئی سے کہیں باہر چلا جائے۔ لیکن وہ اس زمانے میں رمیش سہگل کی فلم شکست میں ہیرو کا کام انجام دے رہا تھا۔ جب اس نے رمیش سہگل سے کہا کہ میں کچھ دنوں کے لئے پونہ جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ ڈاکٹروں کی بھی رائے ہے تو رمیش سہگل ایکدم گھبرا گیا۔ اس نے دلیپ کو روکنے کے لئے اس طرح زور دیا کہ دلیپ اپنے دوست کے اصرار کو نہ ٹال سکا۔ لیکن اس کی پریشانیوں نے اُسے فلم میں کام کرنے کے قابل نہیں رکھا تھا۔ چنانچہ رمیش سہگل نے کہدیا کہ تم پونہ جا سکتے ہو۔ اور میں اپنی تصویر کی فلم بندی وہیں کر دوں گا۔

اسی زمانے میں کے آصف کی تصویر مغل اعظم بھی سیٹ پر آ چکی تھی۔ اور اس میں اس نے ہیروئن کا کردار مدھوبالا کو دیا تھا۔ کامنی نے جب دیکھا کہ دلیپ پھر مدھوبالا کے ساتھ کام کر رہا ہے تو اس کے دل میں رشک کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور اس کی خاموش محبت بے چینیوں میں تبدیل ہو گئی۔ مگر وہ خاموش رہی۔ لیکن موقعہ کی تلاش میں رہی جس سے کہ وہ دلیپ سے گفتگو کر سکے۔ لیکن کامنی سے اس کی گفتگو نہ ہو سکی۔ اس کا سبب ایک یہ بھی تھا کہ دلیپ نے خود ہی کامنی سے دامن بچانا شروع کر دیا تھا۔ اول تو اس نے کوئی موقعہ ایسا پیدا ہی نہ ہونے دیا کہ جہاں کامنی اُسے تنہا پا سکے۔ اور اگر کوئی ایسا موقعہ آیا تو خود اس نے نگاہیں چرا لیں۔ دلیپ پونہ چلا گیا۔

دلیپ کو پونہ گئے ہوئے ایک مہینہ گزر چکا تھا۔ بمبئی میں جو ہر یا ایک بڑی

دعوت کا انتظام کیا گیا۔ اس میں تاج محل بنانے والے ہدایت کار الگزینڈر کورڈا کو پارٹی دی گئی تھی۔ اور ان سے تمام اداکاروں کو متعارف کرایا جانے والا تھا۔ اور وہ ایسا وقت تھا کہ اتفاقیہ طور پر سارے اداکار وہاں جمع تھے۔ لیکن اگر کمی تھی تو صرف دلیپ کی اسے اگر کسی اور نے محسوس کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ لیکن اگر کسی کو دلیپ کی جدائی شاق گزری تو وہ کامنی تھی۔ اس نے دعوت سے تین روز قبل دلیپ کو پے در پے چار ٹیلی گرام دیئے لیکن وہاں تو ایک خاموشی تھی۔ دلیپ کا آنا تو درکنار رہا اس کے ٹیلی گرام کا جواب بھی نہیں آیا۔ تو مجبوراً کامنی نے بمبئی ٹیلی فون کیا۔ اور دلیپ سے زبانی گفتگو کی۔ مگر دلیپ نے اس سے معذرت کی کہ وہ تخریکیور کے ایک ماہر ڈاکٹر کے زیر علاج ہے اس لئے وہ فی الحال آنے سے معذور ہے۔ اور جب تک مجھے صحت کلی نہیں ہوگی میں بمبئی نہیں آسکوں گا۔ دلیپ کے اس جواب نے کامنی کو بہت دل برداشتہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دلیپ اور کامنی کی گفتگو شیکھر بھی ایک جگہ چھپا ہوا سن رہا تھا۔ جو اس زمانے میں کامنی پر ڈورے ڈال رہا تھا۔ اس نے جو یہ بات سنی تو حیران رہ گیا کہ کامنی کے دل میں دلیپ کی محبت ابھی تک موجود ہے۔ لیکن اس وقت اس نے کوئی بات نہیں کی۔ دعوت کا وقت ہو گیا تھا۔ وہ کامنی کو لے کر جوہو چلا گیا۔

کامنی کوشل کو لوگوں نے دعوت میں بارہا یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ میں آج پہلی مرتبہ اکیلی دعوت میں شریک ہوئی ہوں۔ الگزینڈر کورڈا نے جو کامنی کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص سے دریافت کیا کہ کیا یہ وہی کامنی ہے جس کا دلیپ کمار سے رومان بہت شہرت پا چکا ہے۔ لوگوں نے جب الگزینڈر کورڈا کی زبانی یہ سنا تو بہت تعجب ہوا۔ کیونکہ وہ بیرونی ملک کے باشندے تھے اور حال ہی

میں ہندوستان آئے تھے۔ ہر شخص حیرت سے ان کا منہ تک رہا تھا کہ اس سات سمندر پار والے مہمان کو اس عجیب و غریب رومان کا کیسے علم ہوا۔

لوگوں نے جب ان سے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ لندن میں ایک دفعہ جب میں نے دلیپ کی حزنیہ اداکاری دیکھی تو میں اس سے بہت متاثر ہوا۔ اور مجھے اس المیہ کردار سے ملنے کی خواہش ہوئی۔ اتفاقاً دلیپ بھی اس وقت لندن میں موجود تھا۔ میں اس سے ملا۔ اور ایک ڈائرکٹر ہونے کی حیثیت سے میں نے اس سے چند سوالات کئے جو اس کی اداکاری اور نجی زندگی سے متعلق تھے۔ اس کی گفتگو سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ ناکام محبت ہے۔ اور اس کی محبت کی یہی ناکامی اس کی زندگی کا جزو بن گئی ہے اور شاید یہی اس کی کامیابی کا ایک راز ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اگر دلیپ کی محبت میں کبھی کامیابی حاصل ہو گئی۔ تو اس کا اثر اس کی اداکاری پر بڑا گہرا پڑے گا۔

دنیائے فلم کا یہ نرالا فنکار آج تک کسی سے مرعوب نہیں ہوا۔ وہ فلم میں معاہدہ کرنے سے قبل پہلے تو اس کی کہانی بغور پڑھتا ہے۔ اس کے بعد اگر وہ اس کی حسب منشا ہوئی تو اس میں اپنے مکالموں میں اپنی خواہش کے مطابق ترمیم کرتا ہے۔ اس کے بعد وہ کرداروں کے دوسرے انتخاب کو دیکھتا ہے۔ اگر وہ بھی اس کی مرضی کے مطابق ہوا تو پھر وہ کسی فلم کا معاہدہ کرتا ہے۔

مخلص، سادہ مزاج جذباتی اور نوجوان دلیپ کی زندگی ایسے جانگداز واقعات کا گویا مجموعہ ہے۔ اور یہ واقعات شروع زندگی سے جو اس کی زندگی میں داخل ہوئے تو آج تک اسے ذہنی سکون نصیب نہیں ہوا۔ اس دن سے اب تک وہی تڑپ رہی

تجسس اور دلچسپی جو اس کی زندگی پر چھائی ہوئی ہے جو روزِ اول تھی۔

فلم آرزو کا آخری سین اس کی اپنی زندگی میں کھیلا ہی جا چکا ہے۔

ان گوناگوں حالات اور واقعات نے ایک اور کروٹ لی۔ فلم انڈسٹری میں اس کے مخالف پارٹی کا ایک ایسا گروہ بھی پیدا ہو گیا۔ جس نے اس کے حالات کو طرح طرح کے رنگ دے کر اُسے عیاش مزاج آوارہ دل پھینک اور جذباتی وغیرہ وغیرہ نام دے کر اُسے بدنام کرنا شروع کر دیا۔ کسی نے اُسے ہرجائی ثابت کرنے کے لئے کوئی واقعہ گھڑ ڈالا۔ تو کسی نے اس کی آوارگی کو ہوا دینے کے لئے کوئی ثبوت دے دیا۔ مگر کسی نے اس کے دل میں جھانک کر اس کی تکالیف دیکھنے کی بھی کوشش نہیں کی۔ کسی نے اس کی جگہ پر اپنی ذات کو دیکھ کر اس کی مجبوریوں کا اندازہ نہیں لگایا۔ فلم انڈسٹری میں کیا کچھ نہیں ہوتا۔ کیا کیا نئے گل نہیں کھلائے جاتے۔ کس طرح نوجوان اور معصوم دوشیزائیں اداکاروں اور ڈائرکٹروں کی ہوس کا نشانہ نہیں بنتیں۔ اور اُسے عیاش ثابت کرنے والے خود کتنے معصوم ہیں۔ کاش انہوں نے کبھی اپنے بھی گریبان میں جھانک کر دیکھنے کی کوشش کی ہوتی۔ مگر اس کا نام دنیا ہے۔ اس میں لوگ دوسرے کی آنکھ کا تنکا تو دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن انہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔ فلمی دنیا میں تو ایک ایک آدمی نے تو ہزاروں گل کھلائے ہیں۔ برخلاف اس کے دلیپ کی زندگی تو صرف تین ہی حادثوں کا شکار ہوئی۔ پہلی نرگس ــ جسے دلیپ نے جائز طریقے پر حاصل کرنا چاہا۔ اس کے بعد کامنی جو اس کی اداکاری کی شکار ہوئی۔ اور اس نیم گھائل شکار نے شکاری کو خود اپنا شکار بنا لیا۔ اور شکاری خود ہی اس کی اداکاری سے متاثر ہو کر اس کا گرویدہ ہو گیا۔ اس کے بعد پھر مدھوبالا ــ نرگس کا تو ذکر ہی کیا۔ اس کا معاملہ تو شروع ہی

میں ختم ہو گیا۔ نہ اس نے طول کھینچا اور نہ اخبارات اور رسائل کے کوئی مواد بہم ہو سکا۔ اور اب تو اس کا تذکرہ دلیپ کے ساتھ کرنا بھی ایک عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن مدھوبالا اور کامنی کی محبت نے کافی شہرت حاصل کی۔ اور لوگوں نے اس سے خوب جی کھول کر دلچسپی لی۔ اخبارات اور رسائل نے رائی کا پہاڑ بنا کر خوب پیش کیا۔

لیکن ان ساری باتوں کے باوجود اس کے دشمن آج تک یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ دلیپ نے محض عیاشی کی خاطر اتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا۔ یا اس کی اس محبت کے پس پردہ اس کی ہوس کارفرما تھی۔ اس میں شک نہیں کہ دلیپ مدھوبالا سے محبت کرتا تھا۔ اور شاید اب تک کرتا ہے۔ لیکن وہ کون سے واقعات ایسے پیش آئے۔ جو اس کی محبت میں رخنہ انداز ہوئے۔ اور وہ کون سے حالات تھے۔ جنہوں نے دو دلوں کو ہمیشہ ملنے سے باز رکھا۔ دلیپ نے اپنی بہن کو عطاء اللہ خان کے گھر بھیج کر شادی کا ارادہ کیوں ظاہر کیا۔ پھر اس میں آٹھ دن کی شرط کیوں رکھی ــ اور پھر وہ کونسی ایسی بات تھی جس نے مدھوبالا کو دلیپ کی اس ضد پر برافروختہ کر دیا۔ اور یہاں تک برافروختہ کیا کہ اس نے اپنی محبت کا خود اپنے ہی ہاتھوں گلا گھونٹ کر دلیپ کے ساتھ شادی کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اور یہ دو ملے ہوئے دل آپس میں کیوں بچھڑ گئے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مدھوبالا کے دل میں آتشِ انتقام بھڑک اٹھی۔ اور اس نے دلیپ کے معصوم دل کو جس جس طرح کچوکے دیئے۔ اس نے انتقام کے لئے کیسے کیسے ذرائع استعمال کئے۔ اور دلیپ نے کیوں ایکدم اتنی خاموشی اختیار کر لی۔ اس نے مدھوبالا کی کارروائیوں کا جواب اسی طرح کے کسی انتقام سے کیوں نہیں دیا۔ یہ سب کچھ ایک بھید۔ ایک خفیہ راز ہے جسے بظاہر قیاس آرائی کرنے والے تو ہزاروں رنگ دے سکتے ہیں۔ لیکن

اصل حقیقت صرف انہیں دو دلوں کو معلوم ہے جو آپس میں ہے۔ اور مل کر پھر بچھڑ گئے اور ہم تو صرف اس کے متعلق اتنا ہی عرض کر سکتے ہیں۔

ے قسمت کی خوبی دیکھئے کوئی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

ادھر تو مدھو بالا کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ اور دلیپ سے اس کی ان بن ہوئی۔ ادھر کامنی کے شوہر مسٹر سود نے یہ تہیہ کر لیا کہ اب وہ کامنی کو نہ صرف دلیپ کے ساتھ بلکہ کسی کے ساتھ بھی فلم میں کام نہیں کرنے دیں گے۔ اور شاید قدرت کو بھی یہی منظور تھا۔ کیونکہ قدرت نے مسٹر سود کے ارادوں کا ساتھ دیا۔ اور کامنی امید سے ہو گئی۔ اور یہ ایک وجہ ایسی تھی کہ مسٹر سود کے کسی قسم کے اقدام کے بغیر ہی کامنی کو مجبوراً انڈسٹری سے کنارہ کشی اختیار کرنا پڑی۔ اور اس نے اپنے شوہر کے دل کو رکھنے کے لئے ان سے وعدہ کر لیا کہ وہ اب فلم انڈسٹری میں واقعی کوئی دلچسپی نہیں لے گی۔ مسٹر سود نے شاید بہت عرصے کے بعد کامنی کو اپنی دلجوئی کی طرف متوجہ پایا تھا۔ چنانچہ وہ اتنے خوش ہوئے کہ وہ کامنی کو یورپ کی سیر کرانے کے لئے لے گئے۔

ادھر دلیپ نے بھی اپنے دل میں یہ فیصلہ قطعی اور آخری طے کر لیا تھا کہ وہ اب کامنی سے تمام اپنے تعلقات منقطع کر لے گا۔ اور وہ کسی حد تک اپنے ارادوں میں کامیاب بھی ہوا۔ مگر بقول شخصے چور چوری سے جاتا ہے۔ مگر ہیرا پھیری سے نہیں جاتا۔ باوجود ہزار کوششوں کے وہ کامنی کو اپنے دل سے بالکل فراموش نہیں کر سکا۔ اس کے دل کے جن گوشوں پر کامنی کا قبضہ ہو چکا تھا اسے کوئی دوسری ہستی پر نہیں کر سکی۔ اس کے دل میں کامنی کی یاد کبھی کبھی کروٹیں لیتی رہی۔ مگر اس نے اس عہد کو کامنی نبھایا کہ وہ کامنی سے اب کبھی نہیں ملے گا۔

کامنی جب دورۂ یورپ سے واپس آئی تو اس نے دیکھا کہ دلیپ کی دنیا ہی بدل گئی ہے۔ وہ اس سے تھوڑا بہت نہیں بلکہ بالکل کھنچا کھنچا سا رہتا ہے۔ جس کو کامنی نے بہت محسوس کیا۔ مگر اب چونکہ اُسے فلم انڈسٹری سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ اور وہ ایک حد تک گھریلو عورت بن گئی تھی۔ لیکن ایک کامیاب ایکٹرس بننے کی خواہش جو اس کے دل میں پیدا ہوئی تھی۔ اور جسے مسٹر سود کے ارادوں نے ایک حد تک مردہ بنا دیا تھا۔ ابھی میں تھوڑی بہت جان باقی تھی۔ اس کا شوق از سر نو عود کر آیا۔ اور اس نے اپنی خواہشوں کا گلا گھونٹنا مناسب نہیں سمجھا۔ اپنے شوہر کو تسلی و تشفی دے کر اور وقت گزاری کے بہانہ کی آڑ لے کر وہ ایک بار پھر فلم انڈسٹری میں سرک آئی۔ اور فلمی دنیا ایک بار پھر اس کے قہقہوں سے گونجنے لگی۔ فرق صرف اتنا ہوا کہ اب پکچر کے ہیرو کا انتخاب مسٹر سود خود کرتے یا ڈائرکٹر کوئی نام تجویز کر کے مسٹر سود سے اس کی منظوری لیتا۔ اس سے مسٹر سود کسی حد تک مطمئن بھی ہو گئے اور کامنی کے لئے فلمی دنیا کا پھر وہی ماحول پیدا ہو گیا۔ وہی روپ و رنگ، وہی چلبلاہٹ وہی نخرا رہیں وہی قہقہے جن سے کافی مدت سے فلمی دنیا محروم تھی پھر اسے میسر آ گئے۔ لیکن اگر کسی چیز کی کمی تھی تو صرف دلیپ کی۔

کامنی کو امید تھی کہ دلیپ جب میری فلمی دنیا میں آمد کی خبر سنے گا تو بہت خوش ہوگا۔ اور اپنے لئے وہی ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ جو وہ کھو چکا ہے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کامنی کی تمام امید دل پر پانی پھر گیا۔ جب اس نے دیکھا کہ دلیپ اب پہلا سا دلیپ نہیں رہا ہے۔ بلکہ بالکل بدل گیا ہے۔ اول تو اس نے کامنی سے ملنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اور اگر اتفاقیہ کہیں ان دونوں کی ملاقات ہو بھی گئی تو وہ اس طرح گزر گیا جیسے پہلے کبھی انہیں کسی قسم کی جان پہچان ہی نہ تھی۔ کامنی کو دلیپ کے اس رویہ پر سخت

تعجب ہوا۔ اس نے دو ایک بار دلیپ سے گفتگو کرنے کی کوشش بھی کی لیکن دلیپ ٹال گیا۔ اور اس کی کسی بات کا جواب سنجیدگی سے نہیں دیا۔ دراصل وہ اس زمانے میں مدھوبالا کے تصورات میں گم تھا۔ مدھوبالا سے اس کے تعلقات پھر بہتر ہوگئے تھے۔ اور وہ انھیں بہر صورت برقرار رکھ کر ان سے کوئی نتیجہ حل کرنا چاہتا تھا۔ اپنی گوناگوں مصیبتوں اور پریشانیوں کا واحد حل اب اس کے لئے مدھوبالا ہی رہ گئی تھی۔ اور تمام امیدیں منقطع ہونے کے بعد اس آخری امید کو وہ ہاتھ سے کھونا نہیں چاہتا تھا۔

لیکن اس کے قدم ایک دفعہ پھر متزلزل ہوگئے۔ اس کے خیالات کا شیرازہ بکھر گیا۔ اور وہ پھر محبت کی راہ میں بھٹک گیا۔ جبکہ اتفاقیہ طور پر اسے ایک کامنی کا خط ملا۔ جس نے اس کے جذبات میں تلاطم پیدا کر دیا۔ اس کی پرسکون زندگی میں ایک بار پھر ہیجان برپا کر دیا۔

پیارے دلیپ، آداب قبول ہو،

دلیپ۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو محبت کے عہد و پیمان ہوئے تھے۔ سماج کی نظروں سے پوشیدہ جو ایک رشتہ قائم ہوا تھا۔ وہ ٹوٹ گیا۔ ہم نے جو مستقبل کے لئے سنہرے خواب دیکھے تھے۔ امیدوں کے محل تعمیر کئے تھے وہ سب منہدم ہوگئے آج ہم ایک دوسرے کے لئے بالکل انجان اور اجنبی بن گئے ہیں، نہ ہمیں ایک دوسرے کو یاد کرنے کی اجازت ہے، نہ ملنے کی، اگر خیال کبھی دل میں پیدا ہوتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں برسوں پہلے کا کوئی خواب یا کسی تصویر کی کہانی یاد کر رہی ہوں۔

ایسا خواب جو شرمندۂ تعبیر نہ ہونے کے باوجود اپنے وہ نقوش مرتب کر چکا ہے۔ جو زمانہ کی گردشیں باوجود ہزار کوششوں کے سالہا سال تک نہ مٹا سکیں گی۔ اور اگر آج ہم کبھی ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں تو دیدہ و دانستہ گردن موڑ کر نکل جانا پڑتا ہے۔ یا کسی محفل میں ملاقات ہوتی ہے تو اس طرح کہ جیسے ہم میں کبھی کوئی واسطہ یا رابطہ نہیں تھا۔ اور اگر ہمیں کبھی تنہائی میسر ہوگئی تو گفتگو کے لئے کوئی موضوع نہیں ملے گا۔ اور اگر کچھ گفتگو ہوگی تو صرف سیاسی یا فلمی۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

اف کتنے عجیب ہیں یہ زندگی کے پیچ و خم۔ جن کی بھول بھلیوں میں پھنس کر انسان اپنے راستے سے بھٹک کر ہمیشہ کے لئے اپنی منزل مقصود کھو دیتا ہے۔ ہماری امیدوں کے محلات۔ جو کبھی ساحل سمندر پر کبھی جوہو کی تفریح گاہ میں، کبھی ہوٹلوں میں ہم نے تعمیر کئے تھے۔ ہمارے جذبات کا اس طرح جنازہ نکلے گا۔ جن کی بنیادوں کو ہم نے خون سے مضبوط کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ زمانے نے ذرا سی دیر میں سب کے سب مسمار کر دیئے۔ ہم نے محبت میں جو مصیبتیں، پابندیاں اٹھائیں وہ کچھ ہمارا ہی دل جانتا ہے۔ زمانہ ہماری راہ میں حائل تھا۔ رسوائیاں قدم قدم پر منہ کھولے کھڑی تھیں۔ مگر ہم سب کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی راہ پر صرف اس لئے گامزن رہے کہ میرے بڑھتے ہوئے قدم اپنی منزل سے ایک قدم پیچھے ہٹنے کے لئے نہیں تھے۔ لیکن اب تو خود ہی ہم دونوں نے ایک دوسرے کو اجنبی تصور کر لیا۔ اور ایک دوسرے سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔

دلیپ۔ میں تو سمجھ رہی تھی کہ موت کے علاوہ ہمیں دنیا کی کوئی طاقت

بھی ایک دوسرے سے الگ نہ کر سکے گی۔ لیکن تم نے تو اپنی زندگی کی نئی راہیں پیدا کر لیں۔ اور میں باوجود ہزار کوششوں کے تمہاری طرح اپنی زندگی کو خوشی سے دوسرے کے حوالے کرنے پر آمادہ نہ ہو سکی۔ تم مدھوبالا سے پریم رچا کر میری محبت کی توہین کی۔ تم نے اپنے اور میرے درمیان اور بھی بہت سی دیواریں کھڑی کر دیں ــــ

دلیپ میں نے تمہیں محبت کے رمز سے آشنا کیا۔ میں نے تم سے اس طرح محبت کی جس طرح اب تک اپنی جان کی بازی لگا کر اپنی زندگی کو دیدہ و دانستہ تباہی میں پھنسا کر کسی عورت نے کسی مرد کو نہ چاہا ہوگا۔ تمہاری خاطر میں نے اپنے عزیز شوہر کی دل شکنی کی۔ اس کی محبت کی امانت میں خیانت کر کے تمہیں اس کا شریک بنا دیا۔ میں نے تمہاری بے جان اداکاری میں محبت کی روح پھونک کر اسے جاندار بنایا اسے ایک نئی زندگی بخشی۔ اور تم میری محبت کے نشے میں سرشار ہو کر اپنے آپ کو بھول گئے۔ اور بیخودی کے عالم میں جب تم نے اداکاری کی تو ایک دنیا نے اسے حقیقت پر محمول کیا۔ اور ایک دنیا تمہاری گرویدہ ہو گئی۔ دنیائے فلم میں تمہارا نام آفتاب کی طرح روشن ہو گیا۔ بہت سی لڑکیوں نے تمہاری شہرت کی ضیاء پاش کرنوں سے اپنے دل کو منور کیا۔ اور تم بھی ان کے ہم خیال ہو گئے۔ لیکن جس نے تمہیں اس قابل بنایا۔ وہ اب تمہیں کبھی بھول کر بھی یاد نہیں آتی۔ ممکن ہے میری محبت سے پہلے تمہاری اداکاری میں وہ صلاحیتیں موجود ہوں۔ لیکن اجاگر نہیں تھیں۔ انہیں منور کرنے والی اگر کوئی ہستی تھی تو صرف ایک ــــ وہی جسے تم بھول کر کسی اور کے گرویدہ ہو چکے ہو۔ تمہارا اس طرح مجھ سے منہ موڑ لینا کتنا عجیب سا لگتا ہے۔ حالانکہ میں نے آج تک ہمیشہ تمہارے لئے اپنی آنکھیں فرش راہ کیں۔ میرے دل کے دروازے تمہارے لئے ہر وقت کھلے

اور کھلے رہیں گے۔ میں نے ہمیشہ اپنے قول پر ثابت قدم رہنے کا یقین دلایا عمل سے بھی کبھی یہ ظاہر نہیں ہونے دیا جس سے تم یہ اندازہ لگا سکو کہ زمانہ کی پابندیوں نے مجھے تم سے منحرف کر دیا ہے۔ میری زندگی میں جو تمہاری جدائی سے خلا پیدا ہو گیا تھا۔ وہ آج بھی تمہارے خیال کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ اس دل میں جس دن سے تم نے قبضہ کیا۔ دنیا کے دوسرے لوگ حتیٰ کہ مسٹر سود بھی باوجود ہزار کوششوں کے وہ مقام نہ پا سکے۔ تمہیں پا کر میں نے زندگی میں ایک عجیب قسم کی لذت محسوس کی تھی۔ جس سے اس سے پہلے میں نا آشنا تھی۔ اس کے بعد مجھے محبت کا صحیح مفہوم معلوم ہوا۔ اس وقت ہی مجھے پتہ چلا کہ شادی اور چیز ہے اور محبت اور چیز۔ کتنی عجیب بات دلیپ کہ میں مفارقت کو محبت کی زندگی اور شادی کو محبت کی موت سمجھنے پر مجبور ہو گئی ــ میں اب بھی زندگی کی دلچسپیوں میں اسی طرح حصہ لیتی ہوں جس طرح پہلے لیا کرتی تھی۔ اب بھی ہنستی ہوں گاتی ہوں ــ لیکن میری ہنسی میں تلخیاں اور گانے میں غم کا درد ہوتا ہے ــ ایسا کیوں ہوتا ہے دلیپ۔ کیا تم بتا سکو گے ــ صرف اس لئے کہ تم نے مجھ سے نگاہیں پھیر لی ہیں۔ تم اپنے عہد و پیمان توڑ کر ایک نئی دنیا بسانے کا تہیہ کر لیا ہے لیکن میرے دل میں کبھی یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ میں بھی تمہاری طرح تمہیں بھول سکتی ــ جیسے کہ تم نے مجھے فراموش کر دیا۔ کیا اس دنیا میں محبت کا یہی مفہوم رہ گیا ہے ــ یا تم نے میری محبت کو کوئی فلمی کہانی کا ایک کردار سمجھا تھا۔

دلیپ ــ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ کانتی تمہاری محبت کی قائل نہیں ہے۔ وہ اس مقام پر نہیں پہونچ سکی ہے جو تم نے حاصل کر لیا۔ کیا وہ تمہارے دل کی خلاؤں کو پر نہیں کر سکتی۔ تو دلیپ تم اس محبت سے محبت کرو جو میں تم سے کرتی ہوں۔ میری ان تمناؤں سے محبت کرو جو میں نے تمہاری ذات سے وابستہ کر رکھی ہیں۔ خدا کیلئے دلیپ اتنے پتھر دل تو نہ بنو۔ کیا میری قربانیوں

میرے آنسوؤں، میری محبت ان سب کا صلہ صرف یہی ہے کہ تم مجھے جو بخوبی مجھے بھٹکنے کے لئے چھوڑ دو۔ اور میں راہ تلاش کرتے کرتے خود گم کردہ منزل ہو کر رہ جاؤں۔ تم ایسی تو ہزاروں لڑکیاں پا سکتے ہو جو مجھ سے ہزار درجہ خوبصورت ہوں۔ جو مجھ سے زیادہ تمہاری دلجوئی کر سکے لیکن ایسی لڑکی شاید نہ پا سکو گے جو میری طرح تم سے محبت کر سکے۔ میں جانتی ہوں کہ میرے خلاف تمہیں لوگوں نے بہکایا۔ تمہیں مجھ سے منحرف کرنے کے لئے نت نئے طریقے اور من گھڑت کہانیاں تراشی گئیں۔ دوسری حسین و جمیل لڑکیاں میرے اور تمہارے درمیان لا کھڑی ہو گئیں صرف اس لئے کہ تمہاری نگاہیں مجھ سے ہٹ کر ان پر مرکوز ہو جائیں۔ اور ایک حد تک وہ لوگ اپنے ارادوں میں کامیاب بھی ہو گئے۔ ممکن ہے کہ تم مجھ سے اچھی لڑکی پانے میں کامیاب ہو جاؤ۔ لیکن یہ یاد رکھو دلیپ اگر تم نے ایسا کیا تو تم کامنی کو نہیں بلکہ خود اپنے آپ کو دھوکہ دو گے۔ اسکے علاوہ۔ میں جانتی ہوں کہ تم سکون کی تلاش میں ادھر ادھر بھٹک رہے ہو۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ تم مجھے بھولنے میں ابتک کامیاب نہیں ہو سکے ہو۔ جیسا کہ اپنے رویے سے مجھ پر واضح کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ تم زبان سے انکار کرتے ہو لیکن تمہاری غمناک آنکھیں تمہارے دل کی ترجمانی کرتی ہیں۔

دلیپ۔ میں تم سے زیادہ نہیں چاہتی۔ صرف یہ چاہتی ہوں کہ اگر تم میری محبت کا جواب محبت سے نہیں دے سکتے تو کم از کم میری محبت کی توہین تو نہ کرو۔ میرے ساتھ تمہارا یہ تغافل میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ کامنی سب کچھ برداشت کر سکتی ہے لیکن دلیپ کی بیوفائی اس کے لئے ناقابل برداشت ہے۔ وعدہ کرو کہ تم مجھ سے ہمیشہ پہلے کی طرح ملو گے۔ زمانے کی نظروں سے چھپ کر۔

کاش میں جان سکتی کہ میری آواز تمہارے دل کی گہرائی میں اتر کر اپنا اثر کر چکی ہے۔ جس طرح پہلے میرے الفاظ تمہیں میری محبت کا یقین دلاتے تھے۔ آج بھی دلائینگے۔ اور تمہیں یقین آ جائے کہ میں تمہیں اسی طرح چاہتی ہوں جس طرح پہلے تم سے محبت کرتی تھی۔ اچھا اب رخصت ہوتی ہوں۔

خط بہت طویل ہو گیا۔ فقط

ایک بدنصیب کا آداب قبول ہو

تمہاری اپنی کامنی

دلیپ اس زمانے میں ایک آؤٹ ڈور شوٹنگ کے سلسلے میں مہابلیشور گیا ہوا تھا۔ اسکی عدم موجودگی میں یہ خط آیا اور پوسٹ مین اسے ناصر خاں کے حوالے کر کے چلا گیا۔ ناصر خاں نے جب تحریر کامنی کی پہچان لی تو انہیں شک ہوا۔ اس وقت تک دونوں بھائیوں کے تعلقات بہتر ہو چکے تھے اس نے وہ خط کھول کر پڑھا۔ اور اپنی بڑی بہن کے حوالے کر دیا۔ انکی بہن نے جب یہ خط پڑھا تو انہیں دلیپ کی طرف سے بہت فکر لاحق ہوئی اور انہوں نے یہ سوچا کہ یہ خط دلیپ کو نہیں دینگی۔ مگر پھر جب دلیپ ہال سے واپس آیا تو نہ جانے کیوں وہ خط انہوں نے دلیپ کو دیدیا۔ اور اسے بہت سمجھایا۔ لیکن بہن کی نصیحت وہ کام نہ کر سکی جو کامنی کے خط نے کیا اور تمام پرانی یادیں ایکدفعہ پھر تازہ ہو گئیں۔ اور انکی زندگی کی ناؤ پھر ایک بار منجدھار میں پھنس گئی۔ ذرا دیر کیلئے وہ یہ سوچ سکا اب کیا کرنا چاہئے کامنی سے ملنے کی خواہش ہزاروں دفعہ اس کے دل میں ابھری لیکن اس نے اس پر قابو پا لیا اور کامنی سے ملنے کے لئے نہیں گیا۔

اس زمانے میں دلیپ پھر ایک دفعہ مدھوبالا کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ اسکے حسین تصورات انکی زندگی میں سرایت کر چکے تھے۔ اس نے ایک بار پھر ماضی کی داستان بھول کر نئی امنگوں اور نئے ولولوں کے ساتھ مدھوبالا سے محبت کے پینگ بڑھانے شروع کر دیئے تھے۔ ایکدن اتفاقیہ دونوں بومبے اسٹوڈیو کے میک اپ روم میں بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے دوران گفتگو میں مدھوبالا نے ہنس کر اس سے کہا کہ تمہاری جیسی کامنی آج کل بہت کم نظر آتی ہیں۔ کیا وہ کوئی نیا راستہ تلاش کر رہی ہیں۔ دلیپ نے اسے کامنی کے خط کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔ مدھوبالا اس وقت تو خاموش

ہو گئی۔ لیکن جب دلیپ کپڑے تبدیل کرکے شوٹنگ کے لئے گیا تو مدھوبالا نے اسکی جیب سے وہ پالیا۔ اسکا پڑھنا تھا کہ قیامت آگئی۔ زخمی شیرنی کی طرح بپھر اٹھی۔ اور دلیپ سے کچھ کہے سنے بغیر وہاں سے چلی گئی۔ دلیپ جب واپس آیا تو اس نے مدھوبالا کو نہیں پایا۔ تلاش کیا لیکن کوئی پتہ نہیں چلا۔ اسکے گھر ٹیلیفون کیا۔ دوسرے جواب مدھوبالا نے ہی دیا۔ لیکن جب اس نے دلیپ کی آواز پہچان لی تو فوراً ٹیلیفون بند کر دیا۔ ادھر دلیپ نے جب کپڑے پہنے تو اس میں وہ خط ندارد تھا۔ اسکی سمجھ میں مدھوبالا کے اس طرح چلے جانے کا سبب آچکا تھا۔ دوسرے دن دلیپ اس سے ملنے گیا لیکن مدھوبالا کی سرد مہری دیکھکر وہ حیرت میں رہ گیا۔ اس نے اُسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن مدھوبالا کا ایک ہی جواب تھا کہ تم ایک ساتھ ہم دونوں کے جذبات سے کھیل رہے ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں تھا دلیپ نے اپنی تمام تر توجہ کامنی سے ہٹا کر مدھوبالا پر مرکوز کر دی تھی۔

جذباتی مدھوبالا نے دلیپ سے ایکدم سارے تعلقات منقطع کر دیئے اور اس کیساتھ جتنے فلموں کے معاہدے تھے وہ بھی سب کے سب منسوخ کر دیئے۔ دلیپ حسب عادت خاموش تھا۔ اور اسکی اس خاموشی سے مدھوبالا نے جتنے فائدے اٹھائے اور وہ اب بھی اس سے فائدہ اٹھانا چاہتی تھی اس نے دوسری بار پھر پریم پر ڈورے ڈالے۔ اس کے ساتھ دو فلموں میں معاہدے بھی کر لئے۔ یہ اس کی ایک بہت گہری چال تھی۔ جس پر اس وقت نہ پریم پہنچا تھا اور نہ دلیپ اس کا مقصد دلیپ سے تعلقات توڑ کر پریم سے محبت کے گیت گانے نہیں تھا۔ وہ تو صرف دلیپ کو آزمانا چاہتی تھی۔ اس کے جذبات کا اندازہ لگانا چاہتی تھی۔ لیکن یہ پتھر دل انسان جس مقام پر تھا۔ وہاں سے ایک انچ نہیں ہلا۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ دلیپ ایک المیہ کردار کا دوسرا نام ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ نہایت شوخ اور ہنس مکھ نوجوان ہے اور اسکے چہرے پر عام طور سے ایک کبھی نہ مٹنے والی مسکراہٹ رہتی ہے

یہ مسکراہٹ اس وقت بھی تھی جبکہ وہ نرگس کا والی تھا۔ اس کا شیدا تھا۔ اور ایسے اس وقت بھی لوگوں نے اسی طرح مسکراتے ہوئے دیکھا جبکہ نرگس کے یہاں سے اسے جواب مل گیا۔ اس نے اس وقت بھی ہنسکر اپنے معمول میں فرق نہ آنے دیا۔ جبکہ کامنی سے اس کے تمام استوار تعلقات ایکدم منہدم ہو گئے۔ اس کی یہ ابدی مسکراہٹ اس وقت بھی اسکے چہرے پر عیاں تھی۔ جب مدھوبالا کے ساز محبت پر اس کے پریم گیت چھڑے ہوئے تھے۔ اور وہ اس وقت بھی مسکرا رہا تھا جبکہ مدھوبالا نے اس سے تعلقات منقطع کرکے دوسروں کو اپنی محبت کا یقین دلایا۔ اسکے دل میں زخم رس رس کر ناسور بن گئے تھے۔ لیکن اس نے اپنے دلی غمناک کیفیت کبھی دوسروں پر عیاں نہیں ہونے دی۔ اس کا دل رو رہا تھا مگر وہ ہنستا رہا۔

مدھوبالا نے جب یہ دیکھا کہ میری عدم موجودگی نے اسے ذرا بھی احساس نہیں ہونے دیا۔ اور نہ اس وقفہ میں دلیپ نے ہی اس سے ملنے کی کوشش کی۔ تو وہ گھبرا اٹھی۔ اور اپنے ڈرامہ کا ڈراپ سین کر دیا۔ یعنی پریم کیساتھ جو کچھ ڈرامہ کھیلا تھا۔ اور جن تصویروں میں معاہدے کئے تھے وہ سب منسوخ کر دیئے۔ اس طرح اس نے دلیپ کو اپنی محبت کا یقین دلایا۔ اس کا خیال تھا کہ اس کے اس اقدام سے دلیپ کے دل پر اثر ہوگا۔ اور وہ یہ سمجھ کر میری طرف آنے کی کوشش کریگا لیکن وہ ایک معمہ تھا۔ محبت کا معمہ جسے آج تک کوئی حل نہیں کر سکا۔ وہ محبت و جذبات کی ایک ایسی گتھی تھا۔ جسے مدھوبالا سے قبل بھی بہت سے لوگوں نے سلجھانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ مدھوبالا تو دوسرے جہاندیدہ لوگوں کے مقابلہ میں بالکل ناتجربہ کار اور الھڑ تھی۔ اور جب مدھوبالا نے یہ محسوس کر لیا کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے تو اسے فکر لاحق ہوئی۔ پھنسا پھنسایا شکار اس کے چنگل سے بغیر کھائے ہوئے نکلا جا رہا تھا۔ اور دلیپ کو اس طرح چھوڑنے کیلئے وہ ہرگز ہرگز تیار نہ تھی ۔۔ یہ دوسری بات تھی کہ اس دوران میں اگر کوئی دوسرا شخص جو دلیپ سے حیثیت میں

اگر زیادہ نہ ہوتا تو کم بھی نہ ہوتا۔ اگر اس کے جنگل میں پھنس جاتا تو شاید وہ دلیپ سے کنارہ کشی ہو جاتی۔ لیکن اس نے پے درپے جو کھیل کھیلے اس کی محبت میں بیچ بیچ زخم پیدا ہوئے وہ کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھے۔ اور لوگ اس کی محبت پر اعتبار کرتے ہوئے گھبراتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ آج تک کوئی اپنا جیون ساتھی تلاش نہ کر سکی۔ گو اس نے شادی شدہ پریم ناتھ سے دلیپ کے حسد میں محبت کی پینگ بڑھائے۔ اور بہت ممکن تھا کہ اگر پریم شادی شدہ نہ ہوتا یا اس کی بیوی بینا رائے جیسی دور رس نہ ہوتی تو دلیپ کی جلن میں اور اسے نیچا دکھانے کی آرزو میں وہ پریم ناتھ کے ساتھ شادی رچا لیتی۔ لیکن جب مدھوبالا نے پریم ناتھ کو بیوقوف بنانا شروع کیا تو بینا رائے نے پریم کی گوشمالی شروع کی اور اس رسہ کشی میں پریم کو میدان سے بھاگتے ہی بن پڑا۔ اور مدھوبالا منہ دیکھتی رہ گئی۔ اس کے علاوہ وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ بہت ہاتھ پیر مارے، بہت سے جال بچھائے لیکن جو بات بگڑ چکی تھی وہ باوجود ہزار کوشش کے نہ بن سکی۔ اور مدھوبالا کی حالت دھوبی کے کتے کی طرح ہو گئی جو گھر کی رہی نہ گھاٹ کی۔ کچھ فلموں سے معاہدے دلیپ کی خاطر منسوخ کئے، اور کچھ تصویروں کے معاہدے دلیپ سے ناراض ہو کر منسوخ کئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ باقی جو ایک دو فلم رہ گئیں تھیں جن میں مدھوبالا کا معاہدہ تھا۔ اس کا بندوبست خود پروڈیوسروں نے کر لیا۔ یعنی انہوں نے اس کے معاہدے کو منسوخ کر کے دوسری ہیروئن کا انتخاب کر لیا کیونکہ ہر شخص کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ نجانے کب مدھوبالا کسی سے ناراض ہو اور کب ہماری فلم کا معاہدہ منسوخ ہو جائے۔ چنانچہ اس کا بندوبست پہلے سے کیوں نہ کر لیا جائے۔ جب حالات نے یہاں تک طول کھینچا تو مدھوبالا کو فکر لاحق ہوئی اسے اپنا مستقبل بھیانک اور تاریک نظر آنے لگا۔ اور وہ افسردہ اور مغموم رہنے لگی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جس طرح مدھوبالا کو اس زمانے میں رنجیدہ دیکھا گیا اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

خان صاحب کی تجربہ کار اور دور رس نگاہیں اپنی چہیتی بیٹی کے حالات کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ وہ بیٹی کے حالات کو بخوبی سمجھتا تھا۔ لیکن دلیپ اور مدھوبالا دونوں اس کے سامنے کے بچے تھے۔ اس نے ایک زبردست چال چلی۔ ادھر تو مدھوبالا کو سمجھایا کہ اس کا بھلا صرف اسی میں ہے کہ وہ دلیپ سے پھر از سر نو تعلقات پیدا کرے۔ اور اس سے نہ بگاڑے پہلے تو مدھوبالا راضی نہ ہوئی۔ لیکن جب خان صاحب نے بہت مجبور کیا تو اس نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا۔ بیٹی کی رضامندی پا کر وہ سیدھے آصف کے پاس پہنچے۔ پہلے تو آصف سے ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ پھر اس کی مغل اعظم کے سلسلے میں تبادلۂ خیالات کیا جس کا موضوع اور مفہوم صرف یہی تھا کہ اس میں ہیرو اور ہیروئن کا کام دلیپ اور مدھوبالا کے علاوہ کوئی دوسرا اداکار نہیں کر سکتا۔ اور جب آصف نے یہ کہا کہ دلیپ اب شاید مدھوبالا کے ساتھ کام کرنے پر رضامند نہ ہو تو خان صاحب نے فوراً ہی کہا۔ راضی تو مدھوبالا بھی نہیں ہے دلیپ کے ساتھ کام کرنے پر۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح میں مدھوبالا کو سمجھا بجھا کر اس پر آمادہ کر سکتا ہوں۔ اسی طرح تم بھی دلیپ کو راضی کر سکتے ہو۔ اس کے بعد خان صاحب نے نصیحت آمیز لہجہ میں کہنا شروع کیا۔

بھئی میں تو ان دونوں کے روز روز کے جھگڑوں سے بالکل عاجز آ گیا ہوں۔ دونوں بالکل بچوں کا سا دماغ رکھتے ہیں۔ جس طرح بچے ذرا دیر میں لڑتے ہیں اور پھر ایک ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح یہ دونوں بھی ہیں۔ آج لڑے کل پھر ایک ہیں۔ اور بھئی آصف چاہے تم دلیپ کے جذبات کو پہچانو یا نہ پہچانو۔ لیکن میرے سینہ میں تو ایک باپ کا دل ہے۔ میں اپنی بیٹی کے دکھ درد کو خوب سمجھتا ہوں۔ اور حالات سے میں نے یہ بھی اندازہ لگایا ہے کہ اگر ایک طرف مدھوبالا کو دلیپ سے بے پناہ محبت ہے تو دوسری طرف دلیپ کا دل بھی اس کی محبت

سے سرشار ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مدھوبالا جذباتی ہے اور وہ اپنے لئے فیصلہ کرنے میں بہت جلد بازی سے کام لے کر حالات کو بگاڑ دیتی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسے دلیپ سے محبت ہے، اور دلیپ بھی اسے جان و دل سے پیار کرتا ہے۔

آصف بچہ نہیں تھا۔ خان صاحب کی گفتگو کے طنزیہ اشاروں کو وہ خوب سمجھ رہا تھا۔ اسکے علاوہ دلیپ کا دوست ہونے کی حیثیت سے وہ دلیپ کو بھی افسردہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے خان صاحب کی لمبی چوڑی تقریر سنی اور وہ سمجھ گیا کہ خان صاحب کے اس وقت یہاں آنے کا مقصد کیا ہے۔ اس وقت تو اس نے خان صاحب کو ٹال دیا اور ان سے کہا کہ آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا ہی ہوگا۔ مغل اعظم میں مدھوبالا کے علاوہ کوئی دوسری ہیروئن منتخب نہیں کی جائیگی۔ اور ہیرو کا رول بھی دلیپ ہی ادا کریگا۔ میں ابھی جا کر دلیپ ہی سے گفتگو کرتا ہوں۔ آپ مدھوبالا سے کہہ دیں کہ وہ ابھی میرے گھر پر ملے۔ شاید میں دلیپ کو مصالحت کے لئے آمادہ کر لوں۔

اور خان صاحب خوشی خوشی گھر روانہ ہو گئے اور آصف اسی وقت دلیپ کے گھر پہونچا۔ دلیپ ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ یہ جا کر اسکے پاس ہی ایک کرسی پر افسردہ صورت بنا کر بیٹھ گیا۔ دلیپ نے پہلے تو کوئی توجہ نہ دی لیکن جب دیکھا کہ آج آصف خلاف معمول خاموش ہے تو اس نے سامنے سے کتاب ہٹائی اور ہنس کر کہا۔

"جانی — آج تم کچھ سنجیدہ نظر آ رہے ہو۔"

"نہیں تو — آصف نے نہایت بے دلی اور مردہ آواز میں کہا۔

"کیوں کیوں خیر تو ہے۔ آج دماغ کچھ آؤٹ آف کنٹرول ہو رہا ہے۔"

"دلیپ مجھے فخر ہے کہ میں تمہارا دوست ہوں۔"

"ارے واقعی لیکن آج تو گرمی بھی زیادہ نہیں ہے۔ ایسے بھی کوئی ہے۔ اس کے

آصف کے لئے ٹھنڈا پانی لائے۔

اور دونوں دوست مسکرانے لگے۔ اس کے بعد دلیپ نے کہا۔

"خیر پہلے یہ بتاؤ آج تم حاجی بغلول بنکر میرے کمرے میں کیوں وارد ہوئے ہو —

اور آصف سنجیدہ ہو گیا۔

"اس لئے کہ دوستی کے کچھ حقوق ہوتے ہیں۔ اور ان حقوق کے تقاضوں نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں تم سے کچھ گفتگو کروں۔

"اوہ معلوم ہوتا ہے آج کچھ نصیحت کا موڈ ہے۔ آصف اور دلیپ میں آج پہلی دفعہ اس قسم کی گفتگو ہو رہی تھی۔ جو آصف سنجیدہ تھا اور دلیپ غیر سنجیدہ۔ ورنہ عام طور پر ایسا ہوتا تھا کہ دوران گفتگو میں دلیپ تو اکثر سنجیدہ ہو جاتا تھا لیکن آصف دلیپ کے سامنے کبھی سنجیدہ نہیں ہوا۔

نصیحت کا موڈ نہیں۔ آصف نے کہا۔ دلیپ میں کئی روز تمہاری حالت کا مطالعہ کر رہا ہوں اور اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ تمہاری ناکامیابیوں کی جہاں دوسری وجوہات ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ تم بعض اوقات بچوں کی طرح بیجا ضدیں کرنے لگتے ہو۔

"کیا دلیپ۔ دلیپ ایکدم سنبھل گیا اور سنجیدگی کیساتھ اس نے آصف سے سوال کیا۔

"دلیپ کچھ نہیں میرے دوست اس ملک میں جو تم نے مقام حاصل کیا ہے وہ شاید اب تک کسی نے نہیں کیا۔ تمہاری قسمت کی لوگ قسمیں کھاتے ہیں۔ تم سے گفتگو کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ لیکن یہ کون جانتا ہے کہ دنیائے فلم کا اتنا بڑا ہیرو محبت کے معاملے میں اتنا بدقسمت ہے کہ اس نے جس چیز کو حاصل کرنا چاہا۔ وہی اس سے متنفر ہو گئی۔ اس نے سونا سمجھ کے اٹھانا چاہا وہ اس کا ہاتھ لگتے ہی مٹی ہو گئی۔

"آصف ۔ آج معلوم ہوتا ہے کہ تم نے دل کے رستے ہوئے ناسوروں کو کریدنے کی قسم کھائی ہے۔" دلیپ نے سنجیدگی سے آصف کو جواب دیا۔

"میں غمزدہ ہوں ۔ میرے سینے میں ہزاروں درد و زخم رہے ہیں۔ ان کی ٹیسیں ہر وقت مجھے بے چین رکھتی ہیں۔ لیکن اسکے باوجود میں نے کبھی کسی کو شریک غم بنانے کی دعوت نہیں دی۔ یہاں تک کہ اپنے غموں کا اندر ہی اندر گلا گھونٹ دیتا ہوں۔ میرے سینے میں جو محبت کا آتش فشاں سلگ رہا ہے نجانے کب پھوٹ پڑے اور اسکی آگ نجانے کس کس کے دامن عصمت کو داغدار بنادے۔ درد و غم میری زندگی کا جزو بن چکے ہیں۔ اور اب میں ان میں ایک انوکھی لذت پاتا ہوں مجھے غموں سے پیار سا ہو گیا ہے آصف ۔ اگر میں نے اپنے ان غموں کو کھو دیا تو یاد رکھو کہ میں اپنے وجود کو کھو دونگا۔ میں اپنی ہستی کو مٹا دونگا۔ مجھے اپنی غموں میں ڈوبا رہنے دو۔ تاکہ میں انہیں کا سہارا لیکر زندہ رہ سکوں۔"

"دلیپ میں تمہیں مجبور نہیں کرتا۔ لیکن ایک امید لیکر تمہارے پاس ضرور آیا تھا۔"

"وہ کیا؟"

"تمہیں یاد ہوگا مغل اعظم کے سلسلے میں تم نے ایک دن مجھ سے کوئی عہد لیا تھا۔ آج میں تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں۔ وعدہ کرو کہ تم اپنے جانی کے کہنے کو نیچے نہیں ڈالو گے۔"

"آخر بات کیا ہے۔" دلیپ ایک دفعہ پھر مسکرا دیا۔

"بات کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اب تک تم نے اپنی من مانی کی۔ اور آج تمہیں میرے کہنے پر عمل کرنا پڑیگا۔ وعدہ کرو کہ جو کچھ میں کہوں گا۔"

"جانی تیرے کہنے کو بھی دلیپ نیچے ڈال سکتا ہے۔ تو کہے تو دلیپ آسمان سے تارے بھی توڑ لائے۔"

"تو پھر میرے ہمراہ چلو۔"

"کہاں؟"

"میرے گھر۔ وہاں مدھوبالا تمہاری منتظر ہے۔"

"مدھوبالا؟ میری منتظر ہے؟"

"جی ہاں وہ اپنی خطاؤں پر نادم ہے۔ اسے احساس ہے کہ اس نے تمہارے ساتھ زیادتی کی ہے۔"

اور دلیپ ایک بار پھر کسی گہری سوچ میں پڑ گیا۔ اور آصف کو کوئی جواب نہ دے سکا۔ تو آصف نے پھر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے تم نے جانی کے کہنے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔"

"نہیں یہ بات نہیں آصف۔ چلو میں چلتا ہوں لیکن تم نہیں جانتے وہ بڑی مکار عورت ہے۔"

"مکار نہیں میرے دوست جذباتی اور جلد باز۔"

"مجھ کو بھی، یہ میں ضرور جانتا ہوں کہ وہ کسی وقت بھی اپنے موجودہ فیصلے کو نظر انداز کر سکتی ہے۔"

آصف کے ساتھ دلیپ اسکے گھر پہنچا۔ مدھوبالا اسکی منتظر پہلے ہی سے بیٹھی تھی۔ آصف نے کہا تم دونوں بیٹھو میں چائے کا انتظام کر لوں۔ یہ کہکر وہ وہاں سے ہٹ گیا اور کمرے میں مکمل خاموشی ایک گہرا سکوت طاری ہو گیا۔ جس میں چند گھٹی ہوئی سانسوں کے علاوہ کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پہلے تو مدھوبالا خاموشی سے دلیپ کو دیکھتی رہی پھر یکایک اس اداکارہ کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے جو اس نے اپنے دوپٹہ کے آنچل میں جذب کر لئے۔ دلیپ نے اس سے کہا۔

"مدھو ۔ تم رو رہی ہو۔ حالانکہ رونا تو مجھے چاہئے تھا کہ تم کس کس طرح میرے جذبات کو

ٹھیس پہونچائی۔ مگر میں نے اف تک نہ کی۔

اور مدھوبالا ہچکیاں لے لے کر رونے لگی۔ جو دلیپ کی سب سے بڑی کمزوری تھی۔ دلیپ کے لئے جب یہ منظر ناقابل برداشت ہو گیا تو وہ اٹھ کر برآمدے میں ٹہلنے لگا۔ اتنے میں آصف آگیا۔ اور دلیپ کو اپنے ساتھ ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ مدھوبالا نے آصف کو دیکھ کر اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور سنبھل کر بیٹھ گئی۔

وہیں آصف نے دونوں سے کہا کہ اب تم لوگ مغل اعظم میں پھر سے کام شروع کرو گے (حالانکہ دلیپ نے مدھوبالا کے روز روز کے جھگڑوں سے تنگ آکر یہ عہد کر لیا تھا کہ وہ اب کسی فلم میں بھی مدھوبالا کے ساتھ کام نہیں کرے گا۔ اس نے ابتک مدھوبالا کی طرح اپنے ارادوں کا مظاہرہ نہیں کیا تھا) دلیپ کی طرف سے تو آصف کو یہ اطمینان تھا کہ جیسا میں کہوں گا دلیپ مان لے گا۔ لیکن اُسے مدھوبالا کی رضامندی لینی ضروری تھی۔ چنانچہ اس نے کہا۔

"مدھوبالا تمہیں میرا فیصلہ منظور ہے۔ اور مدھوبالا نے جواب میں صرف اتنا کہا "اگر دلیپ کو اعتراض نہ ہو تو میں تیار ہوں۔"

"دلیپ کی چھوڑیئے میں آپ کی بات کر رہا ہوں۔"

"میں تیار ہوں۔" مدھوبالا نے گردن جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

اور مغل اعظم کی شوٹنگ شروع ہو گئی۔ کے آصف نے جان بوجھ کر ان دونوں نے اکثر ایسے مواقع فراہم کئے کہ دونوں شیر و شکر ہو جائیں۔

اور ایک زمانہ وہ بھی آیا کہ واقعی دو ٹوٹے ہوئے دل جڑ گئے۔ دو بچھڑے ہوئے ساتھی پھر ایک مدت کے بعد اسی طرح ملنے لگے جس سے سب سے زیادہ خوشی آصف کو ہوئی۔ اور دلیپ کی زندگی میں وہی رنگینیاں سمٹ کر جمع ہو گئیں۔ اور دلیپ کے قہقہے ایک بار پھر اسٹوڈیو میں لوگوں نے

سنے۔ اور نوبت پھر یہاں تک پہونچ گئی کہ اس نے آئندہ معاہدے کیلئے یہ شرط رکھدی کہ میں ہر اس فلم میں کام نہیں کروں گا جس میں مدھوبالا کو بطور ہیروئن نہ لیا جائے۔ اس بات کا انکشاف اس وقت ہوا جبکہ ایک نئے پروڈیوسر نے دلیپ کو اپنی فلم میں کام کرنے کی دعوت دی جس پر دلیپ نے اُسے مدھوبالا کو بطور ہیروئن لینے کا اُسے مشورہ دیا۔ لیکن چونکہ مدھوبالا نے اپنی مارکٹ ان ہی جھگڑوں میں پھنس کر خراب کر لی تھی۔ اس لئے اس پروڈیوسر نے کہا کہ میں اس کیلئے سوچ کر جواب دوں گا۔ اور دو تین دن بعد اس نے دلیپ سے کہدیا کہ میں مدھوبالا کو لینے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔ تو دلیپ نے یہ کہتے ہوئے اس فلم میں کام کرنے سے انکار کر دیا کہ جس تصویر میں مدھوبالا کام نہیں کرے گی اس میں میرا کام کرنا ذرا مشکل بات ہے۔ کیونکہ میں نے فی الحال ارادہ کر لیا ہے کہ میں صرف انہیں فلموں میں کام کروں گا جن میں مدھوبالا ہیروئن ہو گی۔ اسی زمانے میں ایک اور نیا گل کھلا۔ وہ یہ کہ مدھوبالا اس زمانے میں "ریل کا ڈبہ" میں کام کر رہی تھی جس میں شمی کپور ہیرو تھا۔ اور مدھوبالا نے پریم ناتھ اور دلیپ دونوں سے ناامید ہو کر اس نئی چڑیا کو پھانسا تھا۔ جوان العمر ناتجربہ کار شمی اس کی باتوں میں آگیا اور اس کی محبت کا دم بھرنے لگا۔ سنا گیا ہے کہ مدھوبالا نے اُسے اپنی محبت کا یقین یہاں تک دلایا تھا کہ دونوں شادی کا عہد کر چکے تھے۔ لیکن مغل اعظم کے سیٹ پر جب مدھوبالا اور دلیپ پھر ایکجا اکٹھے ہوئے اور دونوں میں صلح ہو گئی تو مدھوبالا کی دلچسپیاں شمی سے ہٹ کر پھر دلیپ پر مرکوز ہو گئیں۔ فلمی دنیا میں کیا کچھ نہیں ہوتا۔ یہاں جائز اور ناجائز کے قطع نظر جو کچھ بھی ہو جائے وہ کم ہے۔

شمی نے ایک چال چلی۔ وہ یہ کہ اس نے اپنے ایک رازدار دوست کی معرفت جو دلیپ کا بھی ملنے والا تھا دلیپ پر یہ واضح کرنا شروع کر دیا کہ مدھوبالا تو شمی سے محبت کرتی ہے تمہیں صرف بیوقوف بنا رہی ہے۔ لیکن دلیپ کو یقین نہ آیا۔ اور اس نے کہا کہ ایسا ممکن نہیں ہو سکتا۔ وہ زمانہ گذر گیا جب وہ مجھے بیوقوف بناتی تھی۔ معلوم ہوا کہ اس دن شام کو مدھوبالا اور دلیپ ایک جگہ

پارٹی میں جانے والے تھے جس کی اطلاع کسی طرح شمی کو مل گئی۔ اس نے موقعہ غنیمت جانا اور خانصاحب عطاء اللہ خاں کے پاس پہنچا۔ باتوں باتوں میں اس نے بتایا کہ مدھو بالا کیلئے ایک معاہدہ تیار ہے جس میں اس کا معاوضہ تین لاکھ روپیہ تک مل سکتا ہے۔ تین لاکھ روپے کا نام سنکر خانصاحب کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اور انہوں نے شمی سے وعدہ کر لیا کہ مدھو بالا تمہارے ساتھ چلی جائیگی تم اُسے شام کو آ کر لے جانا۔ شمی وہاں سے خوش خوش چلا گیا۔ اس نے پھر اپنے دوست کی معرفت دلیپ کے کان میں یہ بات ڈلوا دی کہ مدھو بالا آج شام کو شمی کے ساتھ ایک جگہ جا رہی ہے پہلے تو دلیپ کو یقین نہ آیا۔ کیونکہ مدھو بالا نے خود اس سے شام کو پارٹی میں چلنے کیلئے زور دیا تھا

ادھر خانصاحب نے جب مدھو بالا سے اس کا تذکرہ کیا۔ پہلے تو مدھو بالا نے انکار کیا لیکن خانصاحب کے اصرار کے آگے مدھو بالا کے انکار کی کیا حقیقت تھی اسے کہنا پڑا کہ میں شمی کے ساتھ چلی جاؤنگی۔ اور جب شام کو دلیپ مدھو بالا کو لینے کے لئے پہنچا تو مدھو بالا نے سر کے درد کا بہانہ کر دیا۔ اور پارٹی میں جانے سے انکار کر دیا۔ اور دلیپ کو اکیلے ہی پارٹی میں جانا پڑا۔ لیکن اس کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی کہ مدھو بالا باوجود سر کے درد میں مبتلا ہونے کے شمی کے ساتھ اُس پارٹی میں آئی۔ اس سے نہ دیکھا گیا۔ اور خاموشی سے وہاں سے چلا گیا۔

اس کے بعد اس نے مدھو بالا سے شکایت نہیں کی۔ نہ اس نے کسی بات کو ظاہر ہونے دیا۔ بس فرق صرف اتنا ہوا کہ وہ بے تکلفی جو دونوں کے درمیان پیدا ہو گئی تھی نہ پھر ختم ہو گئی سیٹ پر دونوں کی تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی۔ لیکن نہ کبھی مدھو بالا نے صلح اور صفائی کی کوشش کی اور نہ دلیپ نے اس پر حالات کو واضح کیا۔ اب دونوں میں صرف رسمی گفتگو کے علاوہ اور کوئی بات نہ ہوتی۔ دلیپ اپنے کسی اور خیال میں مگن رہتا۔ ادھر مدھو بالا کی دلی کیفیت عجیب تھی۔ ایک طرف وہ دلیپ کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور تھی اور دوسری طرف اپنی

خودداری کا بھی اُسے احساس تھا۔ نہ وہ ایک اِنچ اپنی جگہ سے سرکنے کو تیار تھی نہ وہ ایک قدم بڑھنے کو۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حالات نے پھر پلٹا کھایا۔

دلیپ کو ایک بار پھر ایک بڑی اُلجھن نے گھیر لیا۔ اس کے لئے ایک طرف غیر شادی شدہ مدھو بالا تھی اور دوسری طرف شادی شدہ کامنی ـــ مدھو بالا کے پیہم فریب اور شادی سے انکار اس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹک رہا تھا۔ اور مدھو بالا کے لئے کامنی کا خیال سوہانِ روح بنا ہوا تھا۔ مدھو بالا دلیپ کی محبت میں تڑپ رہی تھی۔ اور دلیپ کامنی کے بے لوث محبت کا شکار تھا۔ دلیپ کے حلقۂ احباب کا کہنا ہے کہ دنیا کی کوئی لڑکی دلیپ کی نگاہوں میں کامنی کا درجہ نہیں حاصل کر سکتی۔ ایسا کیوں ہے۔ یہ تو دلیپ ہی جانے۔

ادھر جب مسٹر سود نے دیکھا کہ دلیپ کی تمام تر توجہ مدھو بالا پر مرکوز ہے تو انہوں نے آہستہ آہستہ کامنی کو آزاد کرنا شروع کیا۔ اور کامنی نے مسٹر سود سے چھپ کر پھر پچھلے کی طرح ہاتھ پیر نکالنے شروع کئے۔ پہلے تو کامنی اور دلیپ کے درمیان کے آصف نے مدھو بالا کو لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اور کامنی کو اس کا افسوس بھی تھا۔ لیکن حالات نے پھر ان دونوں کے درمیان کی اس دیوار کو ہٹا دیا۔ کامنی کو جب معلوم ہوا کہ مدھو بالا اور دلیپ کے تعلقات پھر بگڑ گئے۔ تو وہ بہت خوش ہوئی۔ اور یہاں تک معلوم ہوا ہے کہ وہ اس خوشی میں دلیپ کے گھر پہونچی۔ اور کامنی دیر کے بعد جب وہاں سے واپس آئی تو بہت خوش تھی۔ اتنی خوش جسے مسٹر سود نے بھی محسوس کیا۔ اور جب انہوں نے کامنی سے اس کی خوشی کا سبب دریافت کیا تو اس نے ہنس کر کہا کہ میں آج بہت خوش ہوں۔ آج مجھے ایک بہت ہی معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ مدھو بالا اور دلیپ کی شادی ہونے والی ہے۔ مسٹر سود یہ سنکر کچھ

پٹ لائے۔ انہیں کچھ شک گزرا۔ لیکن کامنی نے ان سے کچھ اس انداز سے کہا کہ انہیں یقین سا ہو گیا۔ اور وہ خوش بھی ہوئے کہ چلو دلیپ کی شادی کے بعد ان کی ازدواجی زندگی کے تمام خطرے ٹل جائیں گے۔ اور انہوں نے کامنی پر سے تمام پابندیاں اٹھا لیں۔ اب وہ ہر جگہ آزادی سے گھوم پھر سکتی تھی۔

اِدھر کامنی کو موقعہ مل گیا۔ اور اس کی دلیپ سے ملاقاتیں ہونا شروع ہو گئیں پہلے ہفتہ میں ایک دفعہ ملاقات ہوئی۔ دوسرے ہفتہ دو دفعہ ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد روزانہ ملاقاتوں نے یہاں تک طول کھینچا کہ دلیپ کے قدم ایک بار پھر ڈگمگا گئے۔ یہ ملاقاتیں اس قدر خفیہ اور صیغۂ راز میں رکھی گئی تھیں کہ ان کا کسی کو علم نہ تھا۔ حتیٰ کہ مدھو بالا کو بھی نہیں مدھو بالا نے دونوں نے دونوں کو تلاش کرنے کی۔ دونوں کے دل ٹٹولنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن کوئی سراغ نہیں پا سکی۔

کامنی اور دلیپ کی سنہری ملاقاتیں ساحلِ سمندر پر۔ جوہو کی سیرگاہ میں۔ اور وہاں کے ایک پرفضا ہوٹل میں روزانہ شام کو ہوتی رہیں۔ اول تو مسٹر سود نے اس کی مصروفیات کی بنا پر اس کی کوئی پرسش ہی نہیں کی۔ اور اگر کبھی پوچھا تو اس نے کہہ دیا کہ میں اپنی فلم چالیس بابا ایک چور کی شوٹنگ کے سلسلے میں مصروف ہوں۔ اور مسٹر سود کو اطمینان ہو گیا۔ کیونکہ اب انہیں دلیپ کی طرف سے تو کوئی خطرہ ہی نہیں رہا تھا۔ اس کے علاوہ ان کا ایک اور بھی خیال تھا کہ اگر انہوں نے اس دوران میں کامنی پر کسی قسم کی پابندی عائد کی یا روک تھام کرنے کی کوشش کی تو شاید کامنی کے دل میں پھر اس کی محبت عود کر آئے۔ اور بنے ہوئے حالات پھر بگڑ جائیں۔ اس لئے وہ خاموش رہے۔

اِدھر جوانی کے نشے میں سرشار دو محبت بھرے دل پیش آنے والے حالات سے بے خبر ہنگامی دنیا سے بے نیاز اپنی دھن میں مست تھے۔ اس دوران میں انہیں بھول کر بھی یہ خیال نہیں آیا کہ ان کی یہی ملاقاتیں دائمی جدائی کا باعث بھی ہو سکتی ہیں۔ مگر اس وقت اتنا سوچنے کی مہلت کسے تھی۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جب دو محبت بھرے دل کہیں تنہائی میں یکجا مل جاتے ہیں تو پھر دنیا کے تمام خطرات ان کی نظر میں ہیچ اور بیکار ہو جاتے ہیں۔ اور وہ دنیا مافیہا سے بے خبر اپنی لگن میں مست آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ چنانچہ یہ بھی بڑھتے ہی رہے بغیر انجام کی پرواہ کئے ہوئے۔

اس دوران میں کامنی نے اپنی ذاتی تصویر چالیس بابا ایک چور کی رسم مہورت ادا کی اور تصویر سیٹ پر چلی گئی۔ ادھر یہ ملاقاتیں بھی اپنی جگہ قائم تھیں۔ مگر وہ جو کسی نے کہا ہے کہ عشق اور مشک چھپائے سے چھپ جایا کرتے تو پھر آج کو ہزاروں داستانیں لیلیٰ مجنوں، شیریں فرہاد، سسی پنوں، سوہنی مہینوال کے نام کون سن سکتا تھا۔

کامنی روزانہ شام کو گھر سے نکلتی پہلے دلیپ کے پاس جوہو پر جاتی اس کے بعد اسٹوڈیو کافی دیر سے واپس آتی معلوم ہوا ہے کہ کامنی نے اپنی ملاقاتوں کو مستقل صورت دینے کے لئے ہوٹل میں ایک کمرہ خفیہ طریقے سے ریزرو کرا رکھا تھا۔ جس کو صرف دلیپ اور کامنی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا یہاں تک کہ کامنی کے ڈرائیور سردار جی بھی نہیں جانتے تھے کہ کامنی یہاں کیوں آتی ہے۔ لیکن ایک دن یہ صنم کدہ ہی ان کے لئے کنج قفس بن گیا سردار جی کے دل میں چور آیا۔ اور انہوں نے خفیہ طریقہ پر کامنی کا پیچھا کیا۔ اور وہاں انہوں نے دلیپ کو بھی دیکھا۔ اور اتفاق کی بات کہ کامنی کی نظر سردار جی پر پڑ گئی۔ اور اس نے ان کی اس حرکت پر اپنی گاڑی کی ملازمت سے برطرف کر کے دوسرا ڈرائیور رکھ لیا۔ اور سردار جی غصہ میں

آگ بگولہ ہو گئے۔

انہوں نے جا کر مسٹر سود سے فریاد کی۔ اور جب مسٹر سود نے ان سے علیحدگی کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتا دیا کہ وہ جوہو پر ایک ہوٹل میں دلیپ سے ملنے جاتی ہیں۔ مسٹر سود کو پہلے تو یقین نہ آیا۔ لیکن دوسرے دن جب سردار جگ نے انہیں آنکھوں سے ملتے واقعات دکھا دیئے تو واقعی وہ یقین کرنے پر مجبور ہو گئے۔ انہیں غصہ تو بہت آیا۔ لیکن مجبوراً ذہنی مجبوریوں کے پیش نظر وہ خاموش ہو گئے۔

انسان ہوس اور لالچ کی مٹی کا بنا ہوا ہے۔ اس تجربے نے آدم سے لیکر اب تک ہزاروں تجربے انسانوں کو دیئے۔ لیکن انسان کا خمیر چونکہ اسی مٹی سے بنا ہے اس لئے ان تجربوں سے بھی کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر اس دنیا سے مطلب پرستی نہ رہے تو یہ دنیا کی ساری رنگینیاں اس کے سارے جھمیلے نیست و نابود ہو جائیں لیکن اس سلسلے میں کامنی کے شوہر مسٹر سود نے تو واقعی کمال ہی کر دیا۔

انہوں نے دلیپ اور کامنی کو اپنی آنکھوں سے ملتے ہوئے دیکھا۔ پھر جو کچھ لوگوں نے ان کے افسانے مرتب کئے وہ اپنی کانوں سے سنے۔ اور وہ خاموش رہے۔ اور خاموش نہ رہتے تو کیا کرتے۔ تجربے کار آدمی تھے —— "چالیس بابا ایک چور" کی تکمیل زوروں پر تھی۔ اور تصویر کافی تیزی سے تکمیل کے مراحل طے کر رہی تھی۔ اور ان کا کافی سرمایہ اس تصویر کی اندر ہو چکا تھا —— وہ کچھ بولتے تو اس کا انجام ان کی نظروں کے سامنے تھا۔ لہذا انہوں نے اس ذہنی خاموشی ہی کو مناسب سمجھا۔ کامنی کی دلیپ سے ملاقاتیں انہوں نے برداشت کیں۔ انہوں نے کچھ دنوں کے لئے اپنے سینہ پر جبر کا پتھر رکھ لیا۔ اور یہ حقیقت تھی کہ اس وقت انہوں نے دور اندیشی سے کام نے کر جان بوجھ کر انجان نہ بن گئے ہوتے تو ان کی لگائی ہوئی رقم خرد برد ہو جاتی۔

اور اگر کامنی اپنی ضد پر اڑ جاتی تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اُسے سیٹ پر نہیں لا سکتی تھی۔

انہوں نے اپنی عزت اور بیوی کی محبت کو پیسے کے مقابلہ میں تولا۔ پیسے والا پلہ بھاری ہو گیا۔ کامنی اور عزت دونوں جس پلے میں تھیں وہ پلہ اوپر کا اوپر ہی رہ گیا۔ اور وہ خاموشی سے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔ فلم کی شوٹنگ اور دلیپ کی ملاقاتیں دونوں اپنی جگہ پر بدستور قائم رہیں۔

دلیپ اپنی زندگی میں بڑی بڑی کٹھن راہوں اور دشوار گذار راستوں سے گذرا ہے۔ زمانے نے اس کے سینکڑوں امتحان لئے۔ اور وہ ہر امتحان پر پورا اترا۔ کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ دلیپ کی زبان سے کبھی ہم نے زمانہ کا شکوہ سنا۔ یا کبھی دلیپ نے گردش حالات سے گھبرا کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنے کے لئے کسی وقت بھی کسی شخص سے اپنی قسمت کا رونا رویا ہو۔ وہ محبت کی ایسی پر خار وادیوں سے گذرا۔ اس نے اپنی محبت کی وہ منزلیں ہنس ہنس کر طے کیں ہیں۔ جہاں بڑے بڑے ہمت والے اپنی راہیں کھو بیٹھتے ہیں۔ جہاں بڑے بڑے جوانمرد اپنی مردانگی سے منحرف ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ باہمت نوجوان اپنی راہ پر گامزن رہا۔ اس نے اپنے رویہ میں ذرا بھی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ اس نے تمام مشکل راہیں اس طرح طے کیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بڑی سے بڑی مصیبت ہنس کر جھیل جانے کا عادی ہو چکا ہے۔ اب بھی اس کے سامنے ایک بہت بڑا کٹھن مرحلہ تھا۔ جسے اُسے طے کرنا تھا۔ اور اس نے تہیہ کر لیا کہ وہ انشاءاللہ قسمت کے اس امتحان میں بھی پورا اتریگا۔

اس زمانے میں موہن اسٹوڈیو محبت کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ نتین چودھری کی تصویر [illegible] بانو موہن اسٹوڈیو میں ایک جانب سیٹ پر تھی —— اور دوسری طرف کے آصف

کی ظلم منزل اعظم ۔۔۔ یا یوں کہیئے کہ ایک طرف کامنی کو شل تھی اور دوسری طرف مدھوبالا اور ان دونوں کے درمیان ۔ دلیپ ۔۔۔ اگر ادھر نگاہ اٹھاتا ۔۔۔ تو کامنی کی پیاسی نظریں اس کی نظروں کا خیر مقدم کرتی ہوئی نظر آتیں ۔ اور وہ دوسری جانب دیکھتا ۔ تو مدھوبالا کی تیز نگاہوں کو اپنے تعاقب میں پاتا ۔۔۔ مدھوبالا کی نگاہوں سے قہر جلال اور رعب کی وہ کرنیں پھوٹ رہی تھیں ۔ جن سے دلیپ گھبرا جاتا ۔ اور نتیجہ میں اس کی نگاہیں بھٹکنے لگتیں ۔ اس کی مجبوریاں کس درجہ بڑھ چکی تھیں ۔ یہ بڑی کٹھن منزل تھی ۔ وہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو مطمئن نہیں کر سکتا تھا ۔۔۔ اس کے علاوہ نہ اسے کامنی کے حاصل ہونے کی امید تھی ۔ اور نہ مدھوبالا کے اقرار محبت پر اعتبار کیا جا سکتا تھا ۔ خدا جانے کب یہ جذباتی لڑکی اپنے جذبات کی رو میں بہہ کر دلیپ سے منحرف ہو جائے ۔۔۔ ان وجوہات نے اسے اور زیادہ پریشان کر دیا تھا ۔

ایک دن کامنی نے اُسے اشارے سے بلایا ۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا اور یہ دیکھ کر اُسے اطمینان ہوا کہ مدھوبالا اس وقت وہاں موجود نہیں تھی ۔ بلکہ میک اپ روم میں گئی ہوئی تھی ۔ اس وقت اسٹوڈیو میں بہت سے اداکار بھی موجود تھے منجملہ اور لوگوں کے شیکھر اور نام خاں بھی موقع پر موجود تھے ۔ دلیپ نے آصف سے کہا کہ میں ذرا باہر جا رہا ہوں ابھی ایک گھنٹہ میں واپس آجاؤں گا ۔ آصف نے بہت پوچھا لیکن اس نے نہیں بتایا اور چلا گیا ۔

ادھر کامنی کو جب باہر گئے ہوئے کافی دیر ہو گئی تو شیکھر وہاں سے چلا گیا پہلے تو اس نے کامنی کو ادھر اُدھر تلاش کیا ۔ لیکن جب نہیں ملی تو چمن میں گھومنے نکل گیا یکایک اُسے ایک جھاڑی سے کسی کی سسکیوں کی آواز آئی ۔ وہ ٹھٹھک گیا کامنی دلیپ

سے رو رو کر اپنی محبت کی بھیک مانگ رہی تھی ۔ اور دلیپ اسے صرف ایک ہی جواب دے رہا تھا ۔ کامنی تم یہ مت بھولو کہ تم شادی شدہ ہو ۔ میرے اور تمہارے درمیان ہزاروں دیواریں حائل ہیں ۔ جنہیں توڑنا میرے ان کمزور بازوؤں کے بس کی بات نہیں ۔ اور کامنی کہہ رہی تھی کہ تم مجھے صرف ایک بار ہاں کہہ دو تو میں اکیلی ان تمام دیواروں کو توڑنے کی ہمت رکھتی ہوں ۔ میں تمہاری خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے کو تیار ہوں ۔ تمہارے لئے سب کچھ ٹھکرا سکتی ہوں ۔ حتیٰ کہ اگر مجھے تمہارے لئے اپنی جان کی بازی بھی لگانی پڑے تو میں اس سے دریغ نہیں کروں گی تم ایک بار کیا مجھے ہزاروں بار آزما چکے ہو ۔ ہر مرتبہ تم نے مجھے ہر مرحلہ پر ثابت قدم پایا ہے ۔ لیکن میں نہیں جانتی وہ کونسی ایسی بات ہے ۔ کہ جس نے تمہیں مجھ سے منحرف کر رکھا ہے شاید اس میں مدھوبالا کا ہاتھ ہو ۔۔۔

"نہیں ۔۔۔ دلیپ نے کہا ۔ اس میں کسی کا ہاتھ نہیں ۔۔۔ صرف میرا ہاتھ ہے ۔ اور میں نہیں چاہتا کہ سوسائٹی میں تمہارا مقام گر جائے ۔ لوگ تم پر انگلیاں اٹھائیں ۔ آوازیں کسیں ۔۔۔ اور میری وجہ سے ایک ایسے شخص کی دنیا اجڑ جائے جسے تم سے بے حد محبت ہے ۔

"وہ کون ؟ ۔ میں تو تمہارے علاوہ کسی سے محبت نہیں کرتی دلیپ ۔

"نہیں ایک اور شخص ہے جس سے تم محبت کرتی ہو ۔۔۔ اور وہ ہے تمہارا شوہر ۔۔۔ اور تمہارے بچے ۔

"میں کہہ چکی ہوں کہ تمہاری خاطر میں سب کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں ۔"

"لیکن میں اس کے لئے تیار نہیں ہوں ۔ میں اتنا خود غرض نہیں کہ اپنی بھلائی اور محبت کی خاطر اور کئی زندگیوں کو زندگی کی تمام مسرتوں سے محروم کر دوں ۔۔۔ اگر

تمہیں محبت کا کھیل کھیلنا ہی ہے تو اور بھی بہت سے نوجوان تمہیں مل جائیں گے

"دلیپ —— وہ ایکدم چیخ پڑی —— پہلے تو تم اتنے کٹھور نہیں تھے، یہ اب تمہیں کیا ہو گیا۔

"میں اب تم سے محبت نہیں کرتا۔

میں اس کے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ تم یہ کہکر مجھے نہیں بلکہ خود اپنے آپ کو فریب دینے کی کوشش کر رہے ہو۔

شیکھر ایک جگہ کھڑا خاموشی سے ان کی گفتگو سن رہا تھا، اور غصہ میں پیچ و تاب کھا رہا تھا —— اور جب یہ بات چیت اس کے قابو سے باہر ہو گئی تو وہ پیر پٹکتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ اس کی آہٹ سے دلیپ اور کامنی دونوں نے دیکھا کہ کوئی سایہ اُدھر سے گزرا اور اسٹوڈیو میں چلا گیا۔ دلیپ نے وہاں سے اٹھنا چاہا۔ لیکن کامنی نے اسے روک لیا۔ اور کہا کہ تم اس طرح دامن بچا کر نہیں جا سکتے دلیپ۔ میں کسی سے نہیں ڈرتی مجھے کسی کی پرواہ نہیں —— خواہ وہ مسٹر سود ہی کیوں نہ ہوں۔

ادھر مدھو بالا جب میک اپ روم سے سنگھار کر کے واپس آئی تو دلیپ غائب تھا۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ لیکن دلیپ کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ سامنے سیٹ پر کامنی بھی غائب تھی۔ اُسے ذرا شک گزرا۔ اور وہ ایسی حالت میں دلیپ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ لیکن مدھو کو جب پریشانی کے عالم میں ناصر خان نے اس طرح دلیپ کو تلاش کرتے ہوئے دیکھا تو وہ فوراً مدھو بالا کے پاس پہنچا۔ اُسے موقع کی نزاکت کا احساس ہو چکا تھا۔ وہ اس کے ساتھ باتیں کرتا ہوا تھوڑی دور چلا۔ اس کے بعد باتیں بنا کر ٹھیک اس جگہ سے وہ مدھو بالا کو واپس لے آیا جہاں کامنی اور

دلیپ محو گفتگو تھے۔ اسی طرح اس نے اپنے بھائی کو بچا لیا —— اور وہ خود چائے پینے کے بہانے مدھو بالا کو کینٹین میں لے گیا۔

اس دن بالکل خیریت ہو گئی کہ مدھو بالا کو اس کی اطلاع نہ مل سکی کہ دلیپ کہاں گیا تھا۔ اگر وہ موقعہ پر دلیپ کو دیکھ لیتی تو خدا جانے کیا ہنگامہ کھڑا ہو جاتا ——

اسی دوران میں دلیپ بیمار ہو گیا۔ شب و روز کی محنت اور بد احتیاطی کی وجہ سے اس کے گردے میں سخت درد اٹھا۔ اس نے اُسے مکمل صاحب فراش ہو گیا۔ کئی ڈاکٹروں کی مسلسل کوششوں کے باوجود اُسے خدا خدا کر کے آرام ہوا۔ لیکن ڈاکٹروں نے ایک ماہ تک کے لئے اُسے مکمل آرام کا مشورہ دیا۔ اس دوران میں دلیپ کو گھر سے باہر نکلنے کی سخت ممانعت کی گئی اور وہ ایک عرصے تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔ اس کی بیماری نے مدھو بالا کے لئے ایک سنہرا موقع فراہم کر دیا۔ اُسے اپنی محبت کا یقین دلانے کا اس سے اچھا اور کون سا موقعہ مل سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے یہ معمول بنا لیا کہ وہ شام کو روزانہ دلیپ کی عیادت کے لئے اس کے گھر جاتی۔ اور گھنٹوں اس کے پاس بیٹھ کر اس کی دلجوئی کرتی۔ دلیپ کے لئے بھی یہ موقعہ بہت غنیمت تھا۔ وہ اس دوران میں مدھو بالا کا جائزہ لینا چاہتا تھا ——

لیکن کامنی —— اس نے دلیپ کی بیماری کا یہ عرصہ کس کرب اور بے چینی میں گزارا۔ یہ کچھ اس کا دل ہی جانتا تھا۔ نہ وہ دلیپ کے گھر اُسے دیکھنے کے لئے ہی جا سکتی تھی۔ اور نہ کوئی ایسا ذریعہ تھا جس کو بروئے کار لا کر وہ اپنا پیغام بھی دلیپ تک پہنچا دیتی۔ لیکن وہ کچھ نہ کر سکی۔ ایک بالکل مجبور و بے بس انسان کی طرح ——

کامنی سے ملنے کے لئے دلیپ بھی بے انتہا بے چین تھا ــــ مگر وہ بھی نہیں مل سکتا تھا۔ اس احساس کو اس نے شدت سے محسوس کیا۔ اور اس کی طرز فکر بڑھتے بڑھتے بیماری کی شکل میں نمودار ہونے لگی۔ اور اس کی طبیعت پھر خراب رہنے لگی۔ اور اسے مجبوراً نرسنگ ہوم داخلہ لینا پڑا۔ اس کا نرسنگ ہوم میں داخلہ لینا تھا کہ کامنی کا نصیبہ جاگ اٹھا۔ اور اس کی مسدود راہیں کھل گئیں ــــ دلیپ کے نرسنگ ہوم جانے کا پروگرام کچھ اتنی جلدی طے پایا کہ مدھوبالا کو اس کی اطلاع نہ مل سکی ــــ اس کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ جب سے مدھوبالا نے دلیپ کی بہن کو صاف جواب دیا تھا۔ اور اس طرح ان کی بے عزتی کی تھی اس سے وہ مدھوبالا سے بے حد نالاں تھیں۔ دلیپ جب گھر پر تھا۔ اور مدھوبالا اس کی عیادت کو آئی تھی۔ تب بھی اس کی بہن اسے کچھ اچھی نظر سے نہیں دیکھتی تھیں۔ مگر شرافت سے مجبور ہو کر گھر آئے ہوئے مہمان کو یہ احساس دلانا نہیں چاہتی تھیں کہ ہم تم سے متنفر ہیں۔ ہمیں تم سے نفرت ہے۔ ہم تمہارا اس گھر میں آنا پسند نہیں کرتے۔ حالانکہ جب کبھی بھی مدھوبالا ان کے گھر آتی تو اس کے وہ الفاظ ان کے دل میں نشتر بن کر چبھنے لگے۔ مگر مصلحتاً وہ خاموش رہتیں ــــ لیکن جب وہ نرسنگ ہوم میں چلا گیا۔ اور مدھوبالا اس کے گھر آئی تو اس کی بہنوں نے کہہ دیا کہ وہ تبدیلی آب و ہوا کے لئے کھنڈالا پہونچ گیا ہے۔ مدھوبالا کو یہ سنکر بہت تعجب ہوا کہ دلیپ نے کھنڈالا جاتے وقت مجھے کیوں نہ اطلاع دی، وہ ناامید ہو کر گھر واپس چلی گئی ــــ ادھر کامنی کی کوئی رشتہ دار عورت بھی اسی نرسنگ ہوم میں داخل تھی۔ کامنی اس کی عیادت کے لئے نرسنگ ہوم گئی ــــ وہاں اس نے دلیپ کی گاڑی کھڑی ہوئی دیکھی تو اس کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی ــــ اس

نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ دلیپ آج کل اسی نرسنگ ہوم میں داخل ہے۔

اس سے نہ رہا گیا ــــ اور وہ فوراً اندھے کی طرح اپنی بینائی ڈھونڈتی ہوئی اس کمرے میں پہونچی ــــ جہاں دلیپ مریضوں کے لباس میں ملبوس ایک پلنگ پر پڑا ہوا درد سے کراہ رہا تھا ــــ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ اور وہ بے چینی سے کروٹیں بدل رہا تھا۔ کامنی کچھ دیر تک تو دلیپ کو اسی عالم میں دیکھتی رہی ــــ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ جذبات سے مغلوب ہو کر وہ دلیپ کے سرہانے ایک کرسی پر بیٹھ گئی ــــ اور اپنا لرزتا ہوا ہاتھ دلیپ کے ماتھے پر رکھ دیا ــــ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ اس کے ہاتھوں نے مسیحائی کا کام کیا۔ اور دلیپ کے دل نے اپنے مسیحا کے ہاتھ کی ٹھنڈک محسوس کیا۔ درد رک گیا۔ دلیپ نے آنکھیں کھول دیں۔ سامنے کامنی اپنی غمناک آنکھوں سے دلیپ کو دیکھ رہی تھی۔ دلیپ کی آنکھوں میں پہلی بار کامنی نے آنسو دیکھے جو جذبات کی عکاسی کر رہے تھے۔ دلیپ نے گھبرا کر اپنا منہ پھیر لیا۔ اور کامنی نے اس کا سر اٹھا کر اپنے زانو پر رکھ لیا۔ اور اپنے نرم و ملائم ہاتھوں سے اس کا سر دباتی رہی۔

اس کے بعد وہ روزانہ شام ہوتے ہی نرسنگ ہوم پہونچ جاتی۔ اور دلیپ سے گھنٹوں بیٹھ کر باتیں کیا کرتی ــــ

ادھر مدھوبالا بھی کب خاموش رہنے والی تھی۔ اس نے جب ادھر ادھر تلاش کیا۔ اور دلیپ کا کوئی سراغ نہیں ملا تو اس نے کھنڈالا جانے کا تہیہ کر لیا۔ اس سے اس کا مطلب جہاں یہ تھا کہ وہ اپنی محبت کو استوار کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ وہاں وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ وہاں ظالم دنیا کی نظر والوں سے دور دلیپ سے وہ شادی رچالے

کا بھی خیال اپنے ساتھ لئے جا رہی تھی۔ جب اس کے جانے کی تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں تو دلیپ کا پتہ لینے کیلئے وہ کے آصف کے پاس پہونچی اور آصف سے اپنی دلی کیفیت اور اپنے ارادوں کا اظہار کیا۔ پہلے تو آصف نے یہ مناسب سمجھا کہ جب دلیپ کے گھر والوں نے بھی مدھو بالا سے اس راز کو مخفی رکھا تو پھر میں ہی کیوں اسے افشا کروں۔ یہ سوچ کر اس نے مدھو بالا کو وہ پتہ دیدیا جہاں دلیپ اکثر جاکر ٹھہر چکا تھا۔

مدھو بالا معمولی سامان ساتھ لیکر کھنڈالا روانہ ہو گئی۔ لیکن وہاں دلیپ ہوتا تو ملتا۔ دلیپ تو بمبئی کے نرسنگ ہوم میں تھا۔ تین دن ٹھوکریں کھا کر مدھو بالا واپس پھر بمبئی آگئی۔ اور آصف کو اپنی ناکامیوں کی داستان سنانے پہونچی۔ تو آصف نے معافی مانگ کر اسے دلیپ کا پتہ بتا دیا۔ اور مدھو بالا سیدھی نرسنگ ہوم پہونچی۔

دلیپ مدھو بالا کو وہاں دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کچھ دیر تک شرم سے نگاہیں نہ ملا سکا۔ نجانے وہ کون سا خیال تھا جس نے دلیپ کو مدھو بالا سے آنکھیں چرانے پر مجبور کر دیا۔ شاید آصف نے اسکی ساری کہانی دلیپ کو سنادی ہو۔ مدھو بالا کے وہاں آنے سے دلیپ کو جہاں خوشی ہوئی۔ وہاں ایک یہ بے چینی بھی بڑھ گئی کہ اگر نرسنگ ہوم میں کامنی اور مدھو بالا آپس میں ٹکرا گئیں تو پھر قیامت آجائیگی۔ یہاں اسکی اداکاری کام آگئی۔ اور اس نے مدھو بالا سے کہدیا کہ یہاں مجھے آرام کی سخت ہدایات ہیں۔ ملنے جلنے والوں پر بہت سی پابندیاں ہیں۔ تم صرف دن میں ایک بار مجھ سے صبح کے نو بجے ملنے کیلئے آیا کرو۔ شام کو میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ اور جب کامنی اس سے ملنے کیلئے آئی تو اس نے اسے بتایا کہ تمہارے صبح کے آنے سے ڈاکٹر لوگ ناراض ہوتے ہیں۔ تم صرف شام کو میری عیادت کیلئے آسکتی ہو تاکہ میں صبح کچھ آرام کر سکوں۔ اس دن سے یہ خطرہ بھی ٹل گیا۔ اور ایک صبح کو عیادت کیلئے آتی۔ اور دوسری شام کو۔

حالانکہ دلیپ خود یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ کھیل غیر شریفانہ ہے۔ اور تہذیب کے خلاف ہے۔ اس

سے بڑھ کر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ نرسنگ ہوم میں آرام کی غرض سے آیا تھا۔ محبت کا کھیل کھیلنے کیلئے نہیں۔ لیکن وہ مجبور تھا اپنے دل کے ہاتھوں۔ لیکن یہ کھیل وہ کب تک کھیلتا۔ آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ اسے زندگی اور اپنے مستقبل کیلئے صرف ایک ہی راستہ تلاش کرنا پڑیگا۔ چنانچہ کامنی جب اس سے ملنے کے لئے آئی تو اس نے کامنی سے سنجیدگی سے کہا۔

"کامنی ۔۔۔ میں بہت دنوں سے تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ لیکن کہہ نہیں سکتا۔ لیکن آج میں مجبوراً تم سے کہہ رہا ہوں۔

"کیا؟ کامنی ایکدم گھبرا گئی۔

"یہ کہ میں محسوس کر رہا ہوں کہ ۔۔۔ ہم اور تم ۔۔۔ کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ ہم دونوں ایک آگ سے کھیل رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ کسی وقت بھی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔

"میں عورت ہوں ۔۔۔ اور ایک عورت اس آگ کی لذت کو مرد سے زیادہ محسوس کرتی ہے۔

"مگر اس لذت کے پس پردہ کس قدر تلخیاں جھلک رہی ہیں اس پر تم نے کبھی غور کیا ہے کیا؟

میں زیادہ غور و فکر کی عادی نہیں ۔۔۔ یہ اقدام صرف تمہیں کو مبارک ہو تم کہ تعلیم ہو مجھ سے زیادہ ہو۔ اور میں سوچتی کم ہوں عمل زیادہ کرتی ہوں ۔۔۔ سمجھے ۔۔۔ اور آج یہ بھی کان کھول کر سن لو کہ میری محبت تمہاری محبت کی محتاج نہیں۔ میں جس راہ پر گامزن ہوں وہ میرا اپنا راستہ ہے اور تم نے جو منزل اپنی بنائی ہے اسکے تم مختار ہو۔ میں تمہاری منزل سے تمہیں منحرف کرنا نہیں چاہتی تم اپنی منزل کے مالک و مختار ہو۔

میں منزل سے منحرف ہو جاؤں یہ تو ممکن ہے۔ لیکن تم سے منحرف نہیں ہو سکتا۔ اور مجھے تمہارے جذبات کا پوری طرح احترام ہے۔ اور میں انکی پوری طرح قدر کرتا ہوں۔"

لیکن میرا ارادہ بھی اپنی جگہ اٹل ہے۔ وہ کسی دوسرے کے فیصلہ کا محتاج نہیں۔

"تو پھر اب میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ اگر تم اس قدر مجھ سے محبت کرتی ہو تو مسٹر سود سے طلاق لے لو۔ میرے دروازے تمہارے لئے ہر وقت کھلے ہوئے ہیں۔"

"اور اگر میں ایسا نہ کروں"

"تو تمہیں چاہئے کہ میرے اور مدھوبالا کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ یہی ہم دونوں کیلئے بہتر ہے۔"

مدھوبالا کا نام سنکر کامنی کا رنگ پھیکا پڑ گیا اور وہ افسردہ ہوگئی۔ اسنے دلیپ کی اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ دیر خاموش بیٹھی رہی۔ اس کے بعد اٹھکر چلی گئی۔

اسکے جانے کے بعد دلیپ کو ایسا محسوس ہوا جیسے ایک غم کا پہاڑ جو اس کے سینے پر رکھا ہوا تھا جیسے اتر گیا۔ وہ اپنے اندر ایک ہلکا پن محسوس کرنے لگا۔ اور اب جو الجھنیں اسکو تھیں وہ ایک حد تک کم ہوگئی تھیں وہ تمام الجھنیں اور پریشانیاں جو دلیپ کو تھیں۔ وہ اب کامنی کے حصہ میں آگئیں۔ وہ ایک دوراہے پر کھڑی تھی۔ ایک طرف دلیپ۔ اور دوسری طرف مسٹر سود۔ اس نے بہت سوچا۔ بہت غور کیا۔ اور جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو اسنے مسٹر سود سے طلاق کا مطالبہ کردیا۔ لیکن خدا بھلا کرے سماج کا۔ اول تو ہندو سماج میں طلاق ہی نہیں ہوتی۔ اس پر اگر ایک بچے کی ماں اگر طلاق مانگے تو پھر آسمان نہ پھٹ پڑے۔ قیامت نہ آجائے۔

لیکن اب مسٹر سود کے برہم ہونے کی باری تھی۔ چالیس بابا ایک چور مکمل ہو چکی تھی انہوں نے کامنی کو سختی سے ڈانٹ دیا۔ اور اس پر کڑی نگرانی شروع کردی۔ یہاں تک کہ اپنے گھر کا ٹیلی فون تک کٹوا دیا۔ اور کامنی کو دھمکی دی تھی کہ اگر اس نے کچھ زیادہ ہاتھ پیر مارے تو اس کے ساتھ بہت برا برتاؤ کیا جائیگا۔ اور دلیپ کو بھی اس کی سخت سزا دیجائے گی۔ یہ ایک ایسا گھریلو ہنگامہ تھا جس نے کامنی اور مسٹر سود دونوں کی زندگی اجیرن کردی۔

ادھر دلیپ بھی نرسنگ ہوم سے ڈسچارج ہوکر گھر آچکا تھا۔ حالانکہ اسکی طبیعت ابھی تک

پورے طور سے ٹھیک نہیں ہوئی تھی۔ ادھر اسے پروڈیوسروں کی فکر کھائے جا رہی تھی کیونکہ جن تصویروں میں اسکے معاہدے تھے وہ سب کی سب اسکی وجہ سے نامکمل پڑی ہوئی تھیں۔ ایک طرف ان کا جانی۔ کے آصف مغل اعظم کی تیاری کیلئے بے چین تھا، دوسری طرف ڈائرکٹر محبوب کی تصویر "امر" کی تاریخ قریب تھی۔ ان حالات کو پیش نظر رکھکر اس نے اپنی طبیعت کی پرواہ نہ کی۔ اور وہ سیٹ پر حاضر ہوگیا۔ اتفاقاً محبوب کی فلم "امر" میں بھی ہیروئن مدھوبالا ہی منتخب ہوئی۔ اور دلیپ کو پھر زیادہ تر مدھوبالا ہی سے واسطہ پڑنے لگا۔ اسکے علاوہ کامنی کو جواب دینے کے بعد دلیپ کا صبح شام مدھوبالا ہی کے ساتھ گزرنے لگا تھا۔ کامنی کی نگاہوں سے دور۔ ان کا یہ رومان پروان چڑھتا رہا۔ مدھوبالا کی قربت نے ایک بار پھر دلیپ کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کردیا اور پھر شادی کا سلسلہ جنبانی شروع ہوا۔ اور تمام باتیں تقریباً طے ہوگئیں۔ لیکن اس دفعہ عطاء اللہ خاں نے مہر کی رقم پر بات اڑادی۔ جو دلیپ کو کسی طرح بھی منظور نہیں تھی۔ مہر کی رقم تھی دس لاکھ روپیہ۔

اور بات پھر طول پکڑگئی۔ اور یہ شادی پھر رک گئی۔ اس دفعہ مدھوبالا کو اس قدر صدمہ پہونچا کہ وہ بیمار ہوگئی۔ اور اس دفعہ دلیپ کے احسان اتارنے کا نمبر تھا۔ اب اسکا یہ معمول ہوگیا تھا کہ وہ روزانہ مدھوبالا کے گھر اسکی مزاج پرسی کو جاتا۔ مثل مشہور ہے کہ چھری خربوزے پر گرے تو اور خربوزہ چھری پر گرے تو ہر طرح آفت خربوزے کی ہی ہے۔ چاہے دلیپ بیمار ہو یا مدھوبالا۔ مزاج پرسی دونوں پر لازم ہے۔

کچھ دنوں بعد مدھوبالا اچھی ہوگئی۔ اور پھر دونوں ایک ساتھ سیٹ پر کام کرنے لگے اور اگر ان کی تکمیل کا یہی عالم ہے تو بہت ممکن ہے کہ مغل اعظم کی تیاری میں اور چھ سال لے لے۔ بہرحال امر کی تکمیل ہوئی۔ اور اسکے ریلیز ہونے کے موقعہ پر پہلی دفعہ پبلک میں مدھوبالا

نے دلیپ کے شاندار بشاشت سے کر مہمانوں کا استقبال کیا۔

اگر صنعت فلم سازی کی تاریخ مرتب کی جائے تو جو مقام اب تک دلیپ کو اس کی اداکارانہ صلاحیت اور ہر دلعزیزی کے پیش نظر حاصل ہوا۔ وہ یقیناً کسی دوسرا اداکارہ کو نصیب نہیں ہے یوں تو اس سے پہلے گل حمید اور اشوک کمار نے بھی قابل رشک اداکاری کی ہے۔ موتی لعل نے بھی اپنے وقت میں کافی مقبولیت حاصل کی۔ لیکن اداکاری کا صحیح مفہوم اگر کسی شخص نے سمجھا تو وہ صرف دلیپ ہے۔ اور جو چیز انڈسٹری سے اس کے حصہ میں آئی: اس کے انڈسٹری میں داخل ہونے والے دن آج تک کوئی مثال نہیں ہے۔ اور وہ یقیناً بلا شرکت غیرے اس کا وہی مالک ہے۔ ویسے تو اس کی اداکاری کا گیت ہر خاص و عام کی زبان پر ہے یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ لڑکیوں کے دلوں پر اس کا خاص اثر ہے۔ ایک اداکارہ جو بمبئی کے ایک بڑے خاندان کی چشم و چراغ تھی۔ نئی نئی فلم انڈسٹری میں آئی۔ اس نے دلیپ سے ملاقات کے لئے بہت کوشش کی۔ بالآخر وہ ایک دن اس سے اکیلے میں گفتگو کرنے میں کامیاب ہو ہی گئی رسمی گفتگو کے بعد اس نے دلیپ سے چند سوالات کئے پہلا سوال اس نے یہ کیا کہ "مقبول عام اداکاری کا راز کیا ہے؟

جس کے جواب میں دلیپ نے کہا کہ سب سے پہلے اداکار کو اس نکتہ پر پہونچنا چاہئے جس پر کشتہ جلانے والے سے لیکر بڑے بڑے مرتبہ والے اشخاص متفق ہیں تو وہ یقیناً مقبول عام اداکاری کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔ لیکن ہر طبقہ دنیا کے کسی معاملے میں کسی بھی وقت ہم خیال نہیں ہو سکتے اس لئے مقبول عام اداکاری اس وقت تک واہمہ ہے جب تک کہ ہمارے معیار زندگی کے ابتدائی درجہ کو بلند نہ کیا جائے۔ ہمارے ملک کا ہر فرد معاشی بحران سے نجات نہ پائے یہ اس

ممکن ہے جب تک اداکار ایک عام شخص کو اہمیت نہ دیں ہماری زندگیوں کا تقاضا جب تک
ئے۔ کوئی بھی اداکار عام مقبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔

دلیپ کے اس جواب نے اسے بہت سوچنے پر مجبور کر دیا شاید وہ سمجھ رہی تھی کہ اصلی
کا راز اس کے اسی قول میں پوشیدہ ہے۔

اس نے دوسرا سوال کیا "کہ کردار نگاری میں فلم کی کیا اہمیت ہے"؟

دلیپ نے جواب دیا فلم میں کردار نگاری کو جتنی بھی اہمیت دی جائے کم ہے اور بدقسمتی
فلموں میں صحیح اور اچھوتی کردار نگاری کا فقدان ہے۔ اور میرا دعویٰ ہے کہ جب تک ہندوستانی
اکاروں کیلئے اس کا راستہ ہموار نہ کرینگے۔ اس وقت تک کردار نگاری اچھے انداز میں نہیں
سکے گی۔ اور کردار نگاری کی عدم موجودگی ہی نے ہمارے فلمی ارتقا کی راہ میں زبردست
رکھے ہیں۔ اچھوتی کردار نگاری بلند پایہ ادیب کی فکری کاوشوں کی بڑی حد تک مرہون
قت ہے۔ جسے ہمارے فلم سازوں نے قطعی غیر ضروری تصور کر رکھا ہے۔

اس نے دلیپ سے تیسرا
ہندوستانی فلموں میں آپ کو کون سی تصاویر پسند آئیں۔
کیا۔

"ہندوستانی فلموں میں ایسی فلمیں انگلیوں پر گنیا دبائی ہی جا سکتی ہے جنہیں کامیابیہ
کتا ہے جن میں مزدور، دیوداس، دو بیاتی اور چھوٹا بھائی کامیاب تصویریں ہیں ممکن
لوگوں کو میری رائے سے اتفاق نہ ہو۔ مگر یہ میرا اپنا ذاتی نظریہ ہے۔ آپ کو یہ سنکر
وگا کہ باوجود اس کے میں بیسیوں دفعہ دیوداس دیکھ چکا ہوں۔ لیکن اس کے دیکھنے
ش اب بھی میرے دل میں کروٹیں لے رہی ہے۔

اور جب اس سے ڈائرکٹر اور اداکاروں کے متعلق سوال کیا گیا کہ کونسا ڈائرکٹر اور

اداکار اُسے پسند ہے تو اس کے جواب میں اس نے بتایا کہ میں اداکاروں اور ڈائرکٹروں کے آپس کے مقابلہ کا قائل نہیں ہوں۔ ہر کردار اپنی جگہ کسی نہ کسی اہمیت کا مالک ہے۔ اس کی کامیابی یا ناکامی اس کے اپنے رویّہ پر منحصر ہے۔

"لیکن پھر بھی تو کوئی اداکار اور ڈائرکٹر تو آپ کی نظر میں خاص اہمیت رکھتا ہوگا؟"

ہندوستان میں اداکاروں میں مجھے اشوک کمار کی اداکاری سب سے زیادہ پسند ہے اور بیرون ممالک میں جیمس اسٹورٹ، گریگری پیک اور ڈائرکٹر [illegible] پسند ہیں۔ اور [illegible] اور محبوب بھی ایسے اداکار ہیں جو [illegible] سے بھی آگے کچھ زیادہ جانتے ہیں اور حقیقت ہے کہ ان ہی جیسے چند حضرات کی بنا پر ہندوستانی فلم انڈسٹری میں جان پڑی ہوئی ہے اور [illegible] سے بھی ہوئی ہے۔

"کیا آپ اپنی ابتدائی زندگی پر کچھ روشنی ڈال سکتے ہیں؟"

جواب میں دلیپ نے اُسے ساری رام کہانی کہہ سنائی جو شروع سے آخر تک ہم بھی پہلے لکھ چکے ہیں۔

اس کے بعد یہ ملاقات آئندہ ملنے کی امید پر ختم ہوگئی۔

یہ تھے چند واقعات جو بذاتِ خود دلیپ سے اور دلیپ کے دوست احباب سے ہم تک پہونچے۔ اور بات اتنا طول کھینچ گئی۔ خدا جانے کہاں سے کہاں جا نکلے۔ بس ہم یہ کہنے کا [illegible] یہ ہے کہ دلیپ بحیثیت ایک انسان اپنے معصوم دل کے ہاتھوں مجبور ہے۔ لیکن بحیثیت اداکار اس نے اپنے دل کی بات کبھی نہیں مانی۔ اسی لئے اس کے دشمن بھی یہ کہنے پر مجبور [illegible]

"جس طرح بھارت میں پنڈت نہرو کا کوئی جانشین نہیں مل سکتا۔ اسی طرح دلیپ بھی اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔"